یہ کتاب مفت تقسیم ہوگی
بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ
بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اسکا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور
تمہاری خرابی ہے اُن باتوں سے جو بناتے ہو۔ (کنز الایمان)
الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب
یعنی غائبانہ نمازِ جنازہ کی شرعی حیثیت
از قلم
امامِ اہلسنت مجددِ دین و ملت
اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترتیب و تدوین :- رئیس التحریر حضرت مولانا عبد الحکیم خان صاحب اختر شاہجہانپوری مدظلہ العالی۔
شائع کردہ
مصری شاہ لاہور (پاکستان)

یہ کتاب مفت تقسیم ہوگی

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ سورۃ الانبیاء آیت

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اسکا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہاری خرابی ہے اُن باتوں سے جو بناتے ہو (کنز الایمان)

الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب

یعنی غائبانہ نمازِ جنازہ کی شرعی حیثیت

از قلم

امامِ اہلسنت مجددِ دین وملت

اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترتیب و تدوین :- رئیس التحریر حضرت مولانا عبد الحکیم خان صاحب اختر شاہجہانپوری مدظلہ العالی۔

شائع کردہ

ادارہ غوثیہ رضویہ کرم پارک مصری شاہ لاہور (پاکستان)

نام کتاب .... الھادی الحاجب عن جنازۃ الغائب

نام مصنف .... امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

کتابت .... ذاکر حسین باجوہ

پروف ریڈنگ .... محمد ندیم خاں

مطبع .... لاہور

اشاعت .... ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء

ھدیہ

ایصالِ ثواب بحق امام المناظرین حضرت علامہ صوفی محمد اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اور دعائے خیر بحق معاونین واراکین ادارہ

نوٹ: بیرونجات کے حضرات تین ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں۔

الهادی الحاجب عن جنازة الغائب

تعارفِ محسنِ اراکینِ ادارہ

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم۔

امابعد :۔ عام طور پر یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو مناظر ہو وہ صوفی نہیں ہوتا اور جو صوفی ہو وہ مناظر نہیں ہوتا کیونکہ ان دونوں کمالات کے اندر فطری طور پر ایک فرق موجود ہوتا ہے۔ لیکن پروردگار عالم نے حضرت مناظر اسلام، مولانا صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء) میں ان دونوں خوبیوں کو جمع کر دیا تھا۔ وہ جہاں فطری طور پر ایک بلند پایہ مناظر تھے۔ وہاں طبعاً ایک صوفی باصفا اور شیخ طریقت بھی تھے۔ سرمایہ ملت کی نگہبانی میں جہاں وہ گفتار کے غازی تھے وہاں حق و صداقت کے چلتے پھرتے مبلغ یعنی کردار کے ایسے غازی تھے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی منہ بولتی تصویر نظر آتے تھے۔ یہ خوبی آج بھی ان کے عقیدتمندوں کے اقوال و افعال پر اپنا سکہ جمائے ہوئے ہے۔

پیدائش محترم صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۴۹ھ/۱۹۲۹ء میں مشرقی پنجاب کے اندر لدھیانہ چھاؤنی میں پیدا ہوئے۔ وہیں کے آریہ ہائی سکول سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت کی اور پھر تجارت میں اپنے والدِ محترم میاں مہرالدین صاحب کا ہاتھ بٹانے لگے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کا گھرانہ ضلع گوجرانوالہ میں آگیا یعنی قصبہ قلعہ دیدار سنگھ کے پاس موضع ڈیوڑھی وڑا یچ میں سکونت اختیار کی۔ یہاں کچھ عرصہ آپ اپنے والدِ محترم کا کاشتکاری میں ہاتھ بٹاتے رہے اور والدِ ماجد کا اُس وقت ذریعۂ معاش یہی تھا۔

حصولِ علم والدِ محترم کے حکم سے آپ دینی علوم حاصل کرنے کی غرض سے شیخوپورہ میں وارد ہوئے ایک روز وہاں کے مفتی عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھا اور پہچان لیا کہ یہ تو گوہر یکتا ہے مفتی صاحب آپ پر خصوصی مہربان ہوگئے اور آپکو صوفی صاحب کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے مفتی صاحب کے دولت خانے پر ایک روز سلسلہ نقشبند۔

مجددیہ کے معروف بزرگ حاجی محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ان کی نظر کیمیا اثر نے حضرت صوفی اللہ دتہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی از خود مراد پوری کر دی کہ ان کے دل کی کائنات ہی بدل گئی۔ گفتار و کردار کے تمام زاویے اسلامی سانچے میں ڈھل گئے اور ہر قول و فعل پر عشقِ رسول کی چھاپ لگ گئی۔

اگر شوقِ ارادت ہے تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

کچھ عرصہ بعد مفتی عبد المجید رحمۃ اللہ علیہ کی التماس پر حضرت حاجی شیخ محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے محترم صوفی اللہ دتار رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کر لیا موصوف کا آستانہ چھانگا مانگا کے قریب سنجروال میں تھا۔ آپ نے ساڑھے تین سال مرشدِ گرامی کی خدمت میں رہ کر منازلِ سلوک طے کیے۔ پیر روشن ضمیر نے آپ کو جو کچھ بنانا تھا بنایا اور جہاں تک پہنچانا تھا پہنچایا اور اس کے بعد اپنے شیخ طریقت کے حکم سے پہلے مولانا مہر محمد خاں ہمدم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) سے درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

اسکے بعد لاہور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں ان کے اساتذہ میں حضرت مفتی اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء)، قاضی عبد النبی کوکب علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) قاری محمد یوسف صدیقی صاحب اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحبان کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ فنِ مناظرہ کی تربیت آپ نے پاکستان کے مناظرِ اعظم شیرِ پنجاب حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) سے پائی اور حق تو یہ ہے کہ حضرت مناظرِ اعظم کی طرح یہ بھی میدانِ مناظرہ میں اپنی مثال آپ ہی تھے۔ ان کے مقابلے پر گمراہ گردوں کے بڑے سے بڑے مناظر کے چھکے چھوٹ جاتے تھے۔

امامت و خطابت

صوفی اللہ دتار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۵۸ء سے دسن پورہ کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے اور آخری دم یعنی ۱۹۸۵ء تک متواتر ستائیس اٹھائیس سال تک اس علاقے کو رشد و ہدایت، علم و عرفان اور عشقِ رسول کے ایمان افروز دریا سے سیراب کرتے رہے۔ آپ کے اقوال و افعال

کا رنگ آج بھی اُن سے فیض یاب ہونیوالوں پر چڑھا ہُوا صاف نظر آتا ہے۔ آپ روزانہ صبح کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے جو علمی لحاظ سے بلند پایہ اور ایمان افروز ہونے کے باعث اہلِ محبت نے کیسٹوں کی صورت میں محفوظ کر رکھا ہے۔ اب بھی کیسٹ لگا کر آپ کا درس متواتر سنا جارہا ہے اور صبح کے وقت یُوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا آپ بنفسِ نفیس درس دے رہے ہیں، لیکن کہاں؟ وہ تو ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۸۵ء کو رحمتِ خداوندی کی آغوش میں چلے گئے تھے۔

ابرِ رحمت اُن کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

عشقِ رسُول

موصوف کی تقریر جہاں علمی نکات سے بھرپور ہوتی وہاں اُس کے اندر عشقِ رسُول روحِ رواں کی صُورت میں سرایت کیے ہوئے ہوتا۔ چودھویں صدی کے مجددِ برحق، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) اور میاں محمد بخش قادری جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آپ کو بہت ہی پسند تھا۔ نعت خوان حضرات کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ حدائقِ بخشش یا سیف الملوک سے اشعار سُنایا کریں، سُنانیوالے حضرات باذوق ہوتے۔

جب نعت خوانی ہوتی تو آپ آخر تک مؤدب بیٹھے رہتے اور آخر تک سر جھکائے رکھتے۔ نعت خوانی کے دوران بعض اوقات بے خود ہو جاتے اور بعض اشعار پر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بھی لگ جاتی۔ دراصل آپ کا دل رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز تھا اور آپ کے دل و دماغ میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و محبت یُوں سمائی رہتی جیسے پھُول کے اندر خوشبو اور اُسی خوشبو سے مست ہو کر زبانِ حال سے یوُں کہتے رہتے تھے۔

یہ سوا خیالِ نبی میں تیرے نثار
بھا نہ کوئی دیدۂ گریاں کی گفتگو

حقیقت یہ ہے کہ جناب صُوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے سچی محبت تھی کیونکہ آپ کے نزدیک عشقِ رسول ہی جانِ ایمان ہے جیسا کہ صحابہ کرام نے سمجھا اور ہر صاحبِ ایمان کا یہی نظریہ ہے یعنی

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

علمی ذوق

صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علم سے بے پناہ لگاؤ اور تحقیق کا بہت ذوق تھا، جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ وہ مالدار نہیں تھے لیکن اُن کی ذاتی لائبریری میں لاکھوں روپے کی کتابیں تھیں، جن میں کتنی ہی نایاب کتابیں اور مخطوطے بھی ہیں۔ دینِ برحق کی تبلیغ و اشاعت اور حق و صداقت کی ترویج کے لیے وہ ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے ایسے شیدائی تھے کہ ایک جانب کتابیں لکھ کر حق کی حمایت میں مفت تقسیم کرتے رہتے اور دوسری جانب اگر کسی بے دین سے مناظرہ کرنے کی ضرورت پیش آتی تو صوفی صاحب ہر گمراہ گر سے مناظرہ کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ مناظرہ کے لیے وہ مناظرِ اعظم مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لاجواب شاگرد اور مردِ میدان تھے۔

انفرادیت

مناظرِ اسلام مولانا صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ عمر کے لحاظ سے بڑے یعنی عمر رسیدہ علماء میں شمار نہیں ہوتے تھے لیکن علم و عمل کے لحاظ سے اُن کا شمار صفِ اوّل کے علماء میں ہوتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہوں کہ محترم صوفی صاحب کی طرح اپنے علم پر پورے خلوص سے عمل کرنے والے اور اپنی زندگیوں کو سنتِ رسول کے سانچے میں ڈالنے والے علماء کو اگر آج چراغ لے کر ڈھونڈیں تو نہیں ملتے۔ آخری وقت تک اُن کے قدم شریعتِ محمدیہ کی پلصراط پر ذرا نہیں ڈگمگائے۔ کوئی مصلحت، لالچ یا خوف اُنہیں حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکا۔ انہوں نے حق و صداقت کی شمع کو فروزاں رکھا جس کو باطل کے جھکڑ یا آندھیاں ہرگز نہ بجھا سکیں۔

صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بفضلہٖ تعالیٰ علمائے کرام میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ اُن کے قول و فعل میں تضاد نہیں تھا۔ اُن کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ وہ عالمِ باعمل تھے اور اپنے خداداد علم پر ہر وقت عمل پیرا رہتے تھے۔ اُن کا ہر قول و فعل رضائے الٰہی کے لیے تھا۔ وہ

اتباعِ رسُول کی مُنہ بولتی تصویر۔ اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور سُنّتِ رسُول کی پیروی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

حق و صداقت کے وہ ایسے شیدائی تھے کہ کوئی مصلحت یا خطرہ اُنہیں حق بات کہنے سے روک نہیں سکتا تھا۔ اُن کی اس روش کے باعث بیگانے تو بیگانے ہی ہیں بعض اوقات اپنے بھی ناراض ہو جاتے تھے کیونکہ کسی مصلحت کے تحت وہ زہرِ ہلاہل کو قند نہیں کہا کرتے تھے جیسا کہ سابق وزیرِ اعظم پاکستان، مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف بننے والے قومی اتحاد کو انہوں نے ناجائز قرار دیا تھا۔

منزلِ مقصود

عالمِ دین ہونا بہت بڑا کمال ہے لیکن یہ منزلِ مقصود نہیں ہے کیونکہ شیطان بھی تو بہت بڑا عالم ہے اور اہلِ سنّت کے علاوہ جتنے بھی گُمراہ فرقے نظر آ رہے ہیں ان کے بانی اور چلانے والے بھی تو سارے عالم ہی تھے اور ہیں لیکن وہ سب گُمراہ، بے دین اور اسلام و مسلمین کے بدخواہ ہیں۔ ایسے علماء کو علمائے سُوء اور شیطان کے مددگار شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہیں لیکن منزلِ مقصود کی طرف جانے سے قاصر ہیں۔ منزلِ مقصود یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ کا وہ علم حاصل کیا جائے جسکو اکابر نے درست قرار دیا اور اُن بزرگوں کی طرح عمل کیا جائے اور عمل محض اخلاص کے ساتھ ہو یعنی اُس سے مقصود محض اپنے پیدا کرنیوالے کو راضی کرنا ہو اور کوئی دنیاوی غرض اُس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔

علمائے دین تو بے شمار ہیں لیکن قحط الرجال کے اس زمانے میں اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والے علماء اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو اس دَور کے اکثر علماء، دنیا داروں اور بازاری لوگوں سے بھی چند قدم آگے ہی نکلتے ہیں۔ تقدس کے لبادوں میں چھپے ہوئے ان مجسموں کو خدائے ذوالمنن ہدایت بخشے جبکہ یہ بزرگ جن کی بزرگی میں شک کرنا ہمارے جیسے سراپا گنہگار اور نااہل آدمیوں کو کسی صورت بھی جائز نہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے آپ کو اسلام کی مقدس پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ بنائے رکھنے پر بہت ہی خوش ہیں اور پھر اس خوش فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ چمن کی زیب و زینت ہمارے ہی دم قدم سے ہے اور علم و عمل کے دریاؤں کو عبور کر کے اب تو ہم رُوحانی منزلوں کو طے کر رہے

ہیں۔ یعنی :-

رہِ منزل میں سب گُم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے
امیرِ کارواں بھی ہیں انہیں گُم کردہ راہوں میں

پہلے زمانوں میں لوگ علمی و روحانی ہستیوں سے جتنے قریب ہوتے اتنے ہی اسلامی رنگ میں رنگے جاتے تھے اور مقدس اسلام کے ساتھ اُن کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا تھا اب اسلام کے اکثر علمبردار جو علمِ پیمبر کے وارث تو بنے بیٹھے ہیں لیکن وہ اپنے دنیاوی مفادات ہی کے محافظ بن کر گُم کردہ منزل ہو چکے ہیں۔ اُن کی زبانوں پر قال اللہ اور قال رسول اللہ کے الفاظ تو ہوتے ہیں لیکن صرف کمانے کھانے کے لیے کاروباری طور پر۔ ایسی ہستیاں بہت ہی کم ہیں جن کی یہ تگ و دو محض اللہ اور رسول کو راضی کرنے کے لیے ہو۔

عام مسلمان جب ایسے علما کے نزدیک ہوتے ہیں اور اُن کے قول و فعل کا تضاد اُن کے سامنے آتا ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کیا یہ وہی نہیں ہیں جن کی زبانوں پر کلامِ الٰہی کی آیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیثِ مطہرہ جاری و ساری رہتی ہیں۔ لیکن عملی میدان میں یہ ہم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہیں ؟ اللہ اور رسول کے احکامات سے روگردانی کرنے میں یہ حضرات تو عوام الناس سے بھی چار قدم آگے ہی نظر آ رہے ہیں۔ کیا خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا کا ان کے دلوں میں کوئی تصور موجود ہے ؟

وہ سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ یہ وہی تو ہیں کہ بعض اوقات اسلامی تعلیمات کو ایسے رقت آمیز اور درد بھرے لہجے میں بیان کرتے کہ بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے اور سامعین پر بھی رقت طاری ہو جایا کرتی تھی اور ساتھ ہی حاضرین میں سے کتنے ہی حضرات ان کی بزرگی کے قائل ہو جاتے ہوں گے لیکن تصویر کا دوسرا رنگ اتنا بھیانک کیوں ہے۔ اگر وہ ساری کارگزاری اپنی جھوٹی بزرگی کا سکہ جمانے اور دکان چمکانے کے لیے نہیں تھا تو ان کے افعال اُن جملہ کارگزاریوں کی تکذیب کیوں کر رہے ہیں ؟ عوام الناس میں سے جو اُن کے قول و فعل کا تضاد دیکھ پاتا ہے وہ زندگی بھر ان کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہیں کرتا۔ یُوں وہ بڑی حد تک اسلام سے لاتعلق ہو جاتا ہے یا گمراہ فرقوں کے علما۔ اُسے

اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ عوام الناس کے اسلام سے لاتعلق ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ علماء کی بے راہ روی بھی ہے :۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چوں بخلوت می روند آں کارِ دیگر می کنند

حضرت صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے معاصر علمائے اہلِ سنت کا جان و دل سے احترام کرتے اور ممتاز علمائے کرام میں سے مفتیٔ اعظم پاکستان قبلہ ابوالبرکات سید احمد شاہ (المتوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائلپوری (المتوفی ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) مصنفِ اعظم پاکستان مفتی احمد یار خاں گجراتی ثم بدایونی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) مفتی محمد امین الدین بدایونی (المتوفی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) حافظ الحدیث مفتی سید جلال الدین (المتوفی ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء)، مناظرِ اعظم مولانا محمد عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء)، شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی (المتوفی ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ادب و احترام تو بہت ہی زیادہ کیا کرتے تھے۔ علماء سے آپ کا اس درجہ محبت رکھنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے کے باعث تھا کیونکہ علمائے حق ہی علمِ پیمبر کے وارث ہیں۔

تصانیف

صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری عمر دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت میں گزاری۔ ان کا درسِ قرآن کیسٹوں کی شکل میں محفوظ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ پورے درس کو کیسٹوں سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر لیا جائے اور یوں اہلِ سنت وجماعت کو قرآن مجید کی ایک مکمل تفسیر اردو مل جائے۔ موصوف کی جو تقریریں ریکارڈ کی ہوئی ہیں اگر انہیں بھی شائع کروا دیا جائے تو اچھی بات ہے۔ محترم صوفی صاحب نے جو کتابیں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی غرض سے لکھیں اور شائع کروائیں انہیں اکثر مفت ہی تقسیم کیا کرتے تھے۔ چند رسائل کے نام حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) تنویر الخواطر بتحقیق الحاضر والناظر

(۲) تحسین الخواطر (مولوی محمد سرفراز گکھڑوی صاحب کا رد۔)

(۳) الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام۔
(۴) بھیڑ نما بھیڑیئے (بعض گمراہ گردں کی نشاندہی)۔
(۵) اُمتِ وہابیہ کی بدحواسی۔
(۶) دستور جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ۔
(۷) دینِ اسلام کے خدوخال۔
(۸) کتاب الولایت (وہابیوں کے ایک سوال کا مدلّل جواب)
(۹) تنبیہ الاغبیاء فی کمالاتِ اولیاء۔
(۱۰) نبی الانبیاء چودھویں صدی کے ایک سیاسی لیڈر کی نظر میں۔
(۱۱) اسلام کے بدترین دشمن۔
(۱۲) حدیثِ مجدد اور مودودی صاحب۔
(۱۳) سوادِ اعظم اور ابنِ سبیل مکی۔
(۱۴) علمائے اہلِ سنت کی نظر میں یزید۔
(۱۵) مروجہ حسنات (گجراتی مولوی عنایت اللہ صاحب کی کتاب شجرۂ بدعات کا رد)۔
(۱۶) الرد علی الغبی فی ظہور الامام المھدی۔
(۱۷) رفع الاشتباہ عن قول نظام الدین اولیاء۔
(۱۸) ایقاظ الافہام (ادارہ توضیح العلوم والعرفان کی ایک کتاب کا رد)۔
(۱۹) القول السدید فی لبس الصفر والرصاص والحدید۔
(۲۰) کاشف کید الثعلب فی ایمان ابی طالب۔

آخری کرامت

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ علیہ دینِ برحق کے علمبردار، حق و صداقت کے پاسبان اور سچے عاشقِ رسول تھے۔ ان خوبیوں ہی کا کرشمہ ہے کہ جب ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۸۵ء کو وہ رحمتِ خداوندی کی آغوش میں گئے۔ تو خدائے ذوالمنن نے اُن کے جنازے میں اتنے افراد کو جمع کر دیا تھا کہ داتا کی نگری میں شاید ہی کسی بڑے سے بڑے فرد کے جنازے میں اتنے مسلمانوں

نے شمولیت کی ہو، پروردگارِ عالم انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، اُن کے درجے بلند فرمائے اور ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے، اٰمین یا الٰہ العٰلمین بجاہِ سیّد المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وّعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین ۰

گدائے درِ اولیاء : عبدالحکیم خاں اختر

مجددی مظہری شاہجہان پوری

لاہور

۱۵ ر ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ

مطابق ۳۰ ر جون ۱۹۸۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہ وصحبہٖ اجمعین

قارئین کرام! بالفضلہ تعالیٰ ادارہ غوثیہ رضویہ کو معرضِ وجود میں آئے ہوئے اگرچہ سات سال بیت چکے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۸۷ء تک دینی، مذہبی و اصلاحی لٹریچر کی نشرواشاعت کا کام ادارہ کے اغراض و مقاصد میں شامل نہیں تھا۔ مگر ۱۹۸۷ء میں جب کچھ عاقبت نا اندیش لوگوں نے سرمایۂ اسلاف، امام انقلاب، حکیم اہلسنت الحاج حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے عظیم تبلیغی مشن کو تباہ کرنے کی مذموم سعی کی اور مرکزی مجلس رضا لاہور (قائم شدہ) کو از خود ختم کرنے کا اعلان کر دیا تو پوری دنیائے اہلسنت میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ ادارہ غوثیہ رضویہ کے ارکین نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ آئندہ سے صحیح اسلامی فکر پر مبنی لٹریچر کی نشرواشاعت کا مبارک کام بھی ادارہ کے اعلیٰ و ارفع مقاصد میں شامل ہوگا۔ اور ارادۂ اصلاح کے پیش نظر اس بات کا بھی عزم باندھا کہ جن لوگوں نے اہلسنت کے اس مردِ حق شناس و حق گو اور مجسمۂ خلوص و ایثار کے عظیم تبلیغی مشن کو دھچکا لگایا ہے ان جعفرِ بنگال اور میر دکن کی معنوی اولاد کا بھی اسوقت تک تعاقب کیا جائے گا۔ جب تک وہ لوگ اپنے احوال کی اصلاح نہ کریں اور جبہ و دستار کے ظاہری تقدس کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ کھیلنے سے عملاً توبہ نہ کریں۔

قارئین اہلسنت! اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ آپ کا یہ ادارہ اپنے اشاعتی مشن کے عہد کی حتی المقدور پابندی کرتے ہوئے قلیل عرصہ میں محدود ذرائع کے باوجود مندرجہ ذیل کتابیں شائع کر کے مفت تقسیم کر چکا ہے۔

(۱) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ گوئی از رئیس التحریر مولانا عبدالحکیم خان صاحب اختر شاہجہانپوری۔

(۲) کلمۂ حق از " " " " "

(۳) مسائل اعتکاف از حضرت علامہ مفتی وقار الدین صاحب

(۴) حجب العوار عن مخدوم بہار از امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۵) المیلاد النبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور اب بفضلہ تعالیٰ و رسولہ الکریم (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مندرجہ ذیل کتب شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

(۱) غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت از امام اہلسنت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲) فضائل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی

(۳) حدیث نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از " " " " " " "

(۴) فضل خدا بطفیل اولیاء از " " " " " " "

(۵) فتنۂ خارجیت از " " " " " " "

(۶) الحق الصریح فی عدد رکعات التراویح از " " " " " " "

(۷) التنویر لدفع ظلام التحذیر از شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی

(۸) راہِ اعتدال از رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی

(۹) مرزا طاہر کے مباہلے کے چیلنج کا مدلل جواب از " " " " " " "

(۱۰) غیر مسلموں سے میل جول کی شرعی حیثیت از " " " " " " "

مذکورہ بالا کتب مبلغ ۱۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کریں۔

پرستارانِ حق اور متلاشیانِ حق کے لیے یہ خبر بڑی خوشی و انبساط کا باعث ہو گی کہ ادارہ ہٰذا انشاء اللہ العزیز مستقبل قریب میں درج ذیل کتب بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

(۱) معلوماتِ قرآن رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی

(۲) کلمۂ حق رئیس التحریر حضرت مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

(۳) ردِ شہاب ثاقب مفتی سنبھل حضرت مولانا مفتی محمد اجمل صاحب علیہ الرحمۃ۔

ضروری گذارش

قارئین کرام! آپ بخوبی سمجھتے ہیں کہ دورِ حاضر میں صحیح اور عام فہم دینی لٹریچر کی فراہمی کس قدر ضروری ہے۔ جبکہ اعتقادی و عملی برائیاں نت نئے رُوپ اور پرکشش انداز میں بڑھتی جارہی ہیں۔ ان حالات میں دیگر مذہبی و اصلاحی پروگراموں کی طرح اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے صحت مند لٹریچر کی اشاعت ازحد ضروری ہے۔ ہر درد مند مسلمان اس دینی ضرورت کا احساس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عطا کردہ دین کے لیے غیرت کا احساس رکھنے والے مسلمانوں سے پُرزور اپیل ہے کہ خدارا آپ اس دینی احساس کو بے جا دنیا طلبی کی رو میں ضائع مت کیجئے۔ اور فری اسلامک لٹریچر کی اشاعت میں دردِ دل کیساتھ جان و مال سے تعاون فرمایئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ بجاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آپکے جانی و مالی تعاون کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے ایمان و عمل اور عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے اور دین و دنیا کے راستوں پر آنے والے جملہ آلام و مصائب کو صبر و استقامت کیساتھ برداشت کرنیکی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

اظہارِ تشکر

ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے ان تمام کرم فرماؤں کے شکرگزار ہیں جو ہر کٹھن وقت میں ہمیں مفید مشوروں سے نوازتے رہے اور دستِ تعاون دراز فرماتے ہوئے ہمارے حوصلے بڑھاتے رہے۔ اس مقام پر ہم استاذ العلماء حضرت مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی

مدظلہ العالی کے خصوصی طور پر ممنون ہیں کہ وہ ہمیں اپنی فاضلانہ و محققانہ قلمی نگارشات استفادہ عام کے لیے بلا معاوضہ چھاپنے کے لیے عنایت فرماتے ہیں۔

بعض عربی عبارات پر اعراب لگانے کے سلسلہ میں ہم اپنے دیرینہ کرم فرما جناب محترم مولانا ظہور احمد جلالی صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ جن کے توسط سے ہمیں مولانا ہزاروی مدظلہ العالی جیسے گوہر یکتا تک رسائی حاصل ہوئی۔

اراکینِ ادارہ فاضلِ نوجوان مولانا سید غلام مصطفےٰ بخاری عقیل صاحب مدظلہٗ العالی خطیب و امام جامع مسجد حضرت شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمۃ و مدرس جامعہ نظامیہ لاہور کے بھی تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ جن کی خدمت میں جب کبھی بھی حاضر ہوئے انہوں نے بلا تردد اپنا بیش بہا قیمتی وقت دیا اور کافی عربی عبارات کو صحیح طریقے سے لکھنے اور اعراب لگانے میں خلوص و شفقت بھرا تعاون فرمایا۔

ادارہ غوثیہ رضویہ کے اراکین اپنے تمام پرخلوص معاونین و متعلقین کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہم سب کو دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصے لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ثم آمین۔

(اراکینِ ادارہ)

حرفِ آغاز

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ کو بریلی شریف، یو۔پی۔ (بھارت) کے محلہ جسولی میں بوقتِ ظہر رونق افزائے دہر ہوئے[۱]۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ہے[۲]۔ جدِ امجد نے احمد رضا خاں نام رکھا۔ اور والدۂ ماجدہ پیار سے امّن میاں کہا کرتیں۔ بریلی والے انہیں عالم اہلِ سنت اور بڑے مولوی صاحب کہا کرتے جبکہ علمائے اہلِ سنت انہیں اعلیٰ حضرت اور فاضل بریلوی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ امام احمد رضا خاں چودھویں صدی میں ایسے عاشقِ رسول ہو گزرے ہیں کہ کسی چشمِ بینا کو اس صدی میں ایسا کوئی دوسرا نظر نہیں آیا ہوگا۔ اسی تعلقِ خاطر اور فنا فی الرسول ہونے کے باعث آپ نے اپنے نام سے پہلے عبد المصطفیٰ لکھنے کا التزام کر لیا تھا۔ اور فخریہ کہا کرتے تھے[۳]:

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے

امام احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی پیدائش کی تاریخ آیتِ کریمہ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ سے نکالی جس کے عدد ۱۲۷۲ ہیں۔ ایمان کے دل میں ثبت ہونے اور تائیدِ ایزدی ہی کا تو یہ کرشمہ ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) کے خلیفۂ مجاز یعنی شاہ محمد حسین الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۱: ظفر الدین بہاری، مولانا: حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۱۔

۲: بدر الدین احمد، مولانا: سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۶۸۔

۳: محمد مسعود احمد، پروفیسر: فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۶۸۔

(المتوفی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) کے خلیفہ مولوی رحمٰن علی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) نے فرمایا:۔ "مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا تھا اور چھ سال کی عمر میں ایک عظیم الشان جلسے میں رسالہ میلاد پڑھ کر سنایا تھا۔"[1]

امام احمد رضا خاں بریلوی نے ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم معقول و منقول کی تحصیل سے سندِ فراغ حاصل کر لی تھی اور اسی روز سے آپ کو فتویٰ نویسی کی مسند پر بٹھا دیا گیا تھا جبکہ اُسی روز آپ نے رضاعت سے متعلق ایک فتوے کا جواب بھی تحریر فرمایا تھا۔ اُسی روز سے آپ پر نماز فرض ہوئی یعنی بالغ ہوئے تھے۔ اُس روز آپ کی عمر تیرہ ۱۳ سال دس ماہ اور پانچ روز تھی۔[2]

فاضلِ بریلوی نے زیادہ تر علوم اپنے والدِ ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) سے حاصل کیے۔[3] جدِ امجد مولانا رضا علی خاں (المتوفی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) کی آپ پر خاص نگاہِ لطف و کرم تھی۔ جنہیں اعلیٰ حضرت کے عقیقہ کے روز خواب میں بتایا گیا تھا کہ یہ نومولود گوہرِ نایاب اور یگانۂ روزگار ہوگا۔[4]

فاضلِ بریلوی اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں سید آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کے دستِ حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور ساتھ ہی اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔ اعلیٰ حضرت کی ذات پر مرشدِ برحق کو بڑا ناز تھا۔[5]

۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اپنے والدین کریمین کے ہمراہ حجِ بیت اللہ کی سعادت میسر آئی

---

[1] :۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۹۸۔

[2] :۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر:۔ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص ۶۸۔

[3] :۔ بدر الدین احمد، مولانا:۔ سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۷۰۔

[4] :۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۹۸۔

[5] :۔ محمد صابر نسیم بستوی، مولانا: مجددِ اسلام، ص ۳۷۔

تو شافعیہ کے مفتی شیخ احمد دحلان اور حنفیہ کے مفتی شیخ عبد الرحمٰن سراج سے حدیث، فقہ، اصول اور تفسیر کی سندیں حاصل کیں۔ اسی موقع پر شافعیہ کے امام مولانا حسین بن صالح جمل اللیل انہیں بغیر کسی سابقہ تعارف کے اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا:۔

اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ — میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں

معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنکھوں والے تھے اور انہیں نور بصیرت اور فراست مومنانہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی پیشانی میں اللہ کا نور نظر آ رہا تھا۔ پھر انہوں نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی اور اس میں آپ کا الہامی نام ضیاء الدین احمد رکھا گیا۔ اس سند میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۵۶ھ / ۸۶۸ء) تک درمیان میں صرف گیارہ واسطے ہیں[1]

دوسری دفعہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں دوبارہ یہ سعادت آپ کو میسر آئی۔ یہ سال اس لحاظ سے بڑا اہم اور تاریخی ہے کہ اس مبارک موقع پر اصلی سنیت و حنفیت اور برطانوی شرارت کی پیدا کردہ جعلی سنیت و حنفیت کے درمیان اللہ اور رسول کے دونوں پاک شہروں میں قدرت نے علمائے حرمین شریفین کے ہاتھوں فیصلہ کروایا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چودھویں صدی کی تجدید دین و ملت کا تاج امام احمد رضا خاں بریلوی کے سر پر رکھا جس کے باعث اس موقع پر علمائے حرمین طیبین نے آپ کا ایسا اعزاز و اکرام کیا کہ اس مقدس سرزمین پر ایسا اعزاز شاید ہی کسی ہندی بزرگ کو نصیب ہوا ہو۔[2]

اس موقع پر ان حضرات نے آپ کی عدیم المثال علمیت کو جو خراج عقیدت پیش کیا وہ ان تقاریظ سے ظاہر ہے جو انہوں نے الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین اور کفل الفقیہ پر لکھی تھیں۔[3]

---

[1] :۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۹۹۔

[2] :۔ بدر الدین احمد، مولانا: سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۷۴۔

[3] :۔ شجاعت علی قادری، مفتی: مجدد الامہ عربی، مطبوعہ کراچی، ص ۱۴۱۔

اس موضوع پر مخدومی پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کا مقالہ فاضلِ بریلوی علماء حجاز کی نظر میں اسلامی لٹریچر کے اندر ایک قابلِ قدر اضافہ ہے جس سے بہت سی اُن غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ جو بعض حضرات نے محض اپنا دِل خوش کرنے اور اپنے دِل کی لگی بُجھانے کے لیے پھیلا رکھی ہیں جبکہ اُن کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ باقی رہا منافقین مدینہ اور ارشاد المسلمین لاہور والوں کی طرح نری ضد اور مخالفت برائے مخالفت کی قسم کھا بیٹھنا تو اس کا علاج اللہ ربّ العزت کے پاس ہے جس کے قبضہ و قدرت میں دِلوں کی چابیاں ہیں۔

انگریز حکمرانوں نے کلمۂ طیبہ کے دونوں پروں کو اُکھاڑ پھینکنے یعنی عقیدۂ توحید و عقیدۂ رسالت کو مسخ کروانے اور متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایمان کی دولت سے محروم کرنے کی خاطر دِلی کے مشہور و معروف سُنّی حنفی خاندانِ عزیزی کے ایک نوجوان مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی صاحب (المتوفی ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) سے تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھوائی اور اپنے پایۂ تخت کلکتہ کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے لاکھوں کی تعداد میں خود اُسے شائع کرا کے پورے ملک میں مفت تقسیم کیا۔

یُوں انگریزوں نے متحدہ ہندوستان کے سُنّی حنفی مُسلمانوں کو توحید و رسالت کے حقیقی مفہوم سے منحرف کرنے اور اُنہیں بارگاہِ رسالت کا گستاخ بنا کر ایمان کی دولت سے محروم کرنے کی کوشش کی۔ یہ ہے وہ برطانوی شرارت جو ہندوستانی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے کی گئی، جس کی تخم ریزی تقویۃ الایمان کے ذریعے عمل میں لائی گئی۔ یہی وہ کتاب ہے جس کو مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے چچازاد بھائی یعنی مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفویۃ الایمان کہا کرتے تھے[۵]۔ یعنی اُن کے نزدیک بھی یہ کتاب ایمان کو موت کے گھاٹ اُتار دینے والی تھی۔ آخر کار اِس کتاب کے مصنّف کو راسخ العقیدہ پٹھانوں نے بالاکوٹ کی سرزمین میں دفن کر دیا تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی عمرِ عزیز کی آخری منزلیں طے کر رہے تھے کہ

۵: قاضی فضل احمد لدھیانوی، مولانا: انور آفتابِ صداقت، جلد اوّل، ص

گاندھویت کا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس فتنے نے سابقہ تمام فتنوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔ سابقہ تمام فتنوں کی پرورش انگریزی حکومت کے زیر سایہ ہوتی رہی تھی لیکن گاندھویت کا فتنہ اسلام و مسلمین کے ازلی اور پُراسرار دشمن گاندھی کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہا تھا۔ یہ فتنہ اپنی ہمہ گیری کے باعث سابقہ تمام فتنوں سے بازی لے گیا تھا اور اتنا پُراسرار و غیر محسوس ہے کہ آج بھی سرزمینِ پاکستان میں پوری شدّت کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں ہے۔

یہ بات کتنی حیران کن تھی کہ مسلمانوں میں سے کتنے ہی چوٹی کے علماء اور لیڈر کہلانیوالے اُس موقع پر گاندھی کے ہمنوا ہو گئے تھے۔ اُن میں سے بعض تو شیخ الہند، شیخ الاسلام اور امام الہند وغیرہ کہلاکر مسلمانوں کے مفادات پر ہندو لیڈروں سے بھی بڑھ چڑھ کر کاری ضربیں لگا رہے تھے۔ بے خبر مسلمان اُن کی دورنگی کو سمجھنے سے قاصر رہ گئے کیونکہ ہندوؤں کے مفادات کا تحفظ کرنے والے اُن مولویوں کی زبانوں پر اُس وقت بھی قَالَ اللّٰہُ اور قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا ورد بھی جاری رہتا تھا۔ اُن حضرات کی تمام صلاحیتیں مشرکینِ ہند کے مفادات کی خاطر وقف ہو کر رہ گئی تھیں اور ہر دیدۂ بینا کو صاف نظر آرہا تھا کہ وہ حضرات گاندھی کی پُراسرار اسلام دشمن پالیسی کا عربی ترجمہ تھے۔ وہ بظاہر اپنے ہی نظر آرہے تھے لیکن اپنے نہیں رہے تھے بلکہ گاندھی کے مقلد اور ہندوؤں کے یار و غم خوار بن گئے تھے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو قلم ہاتھ میں سنبھالا اور آخری دم تک مذکورہ دونوں قسم کے علماء کا قلمی میدان میں مقابلہ کرتے رہے۔ آپ متواتر چوّن سال تک برطانوی سازش کو پروان چڑھانے والے اور گاندھوی علماء کے خلاف لکھتے رہے جو بڑی رازداری کے ساتھ مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگا رہے تھے آپ نے قرآن و سنت کے واضح دلائل سے ہر ایک پر حجت قائم کی۔ اُسے خوفِ خدا اور خطرہ روزِ جزا یاد دلایا۔ وہ حضرات نہ زندگی بھر اپنی غیر اسلامی روش سے باز آئے اور نہ اپنے غیر اسلامی عقائد و نظریات کو کتاب و سنت کی روشنی میں اسلامی ثابت کر سکے۔ اعلیٰحضرت کے اسی کارنامے کو احقر نے یوں بیان کیا ہے۔

ہو جو بارہ سو چھیاسی سن سے لے کر آخری دم تک
ہو چون [۵۴] سال مذہب کی حمایت میں لڑتا تم ہو [۱]

یہ زندہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں حضرات اولیاء اللہ نے اسلام پھیلایا تھا۔ وہ سارے اسی جماعت کے فرد تھے جنہیں اہل سنت وجماعت کہا جاتا ہے۔ فقہی لحاظ سے وہ سنی حنفی تھے اور جتنے بھی انہوں نے اس ملک میں مسلمان بنائے وہ سارے سنی حنفی ہی بنائے تھے۔ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی جماعت کے ایک فرد تھے اور اسی برحق مذہب کے دفاع میں گمراہ گروں سے متواتر چون سال قلمی میدان میں برسرِ پیکار رہے تھے۔ ان سنیوں حنفیوں ہی کے وہ سلاطینِ عظام تھے جنہوں نے سات آٹھ سو سال تک متحدہ ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ اور فقہ حنفی کو اس ملک پر صدیوں تک قانون کی حیثیت حاصل رہی تھی، آزاد ہونے پر اگر پاکستان میں چالیس سال کے اندر فقہ حنفی کا نفاذ نہیں ہو سکا تو یہ انگریزوں کے پیدا کیے ہوئے اور گاندھوی علماء کی مہربانیوں کا کرشمہ ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ سرزمینِ پاک و ہند اسلام کی تخم ریزی کے لیے بہت ہی زرخیز ثابت ہوئی تھی۔ اس مردم خیز زمین سے بعض ایسے افراد بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جن کی بعض علمی نگارشات نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ وہ علمی جواہر پارے اپنے اپنے میدان میں ایسی امتیازی حیثیت کے حامل ہیں کہ رہتی دنیا تک مسلمانوں کو مشعلِ راہ کا کام دیتے رہیں گے وہ امتیازی علمی کارنامے ہدیۂ انظارِ ناظرین ہیں:۔

۱۔ سرمایۂ ملت کے ایک عدیم المثال نگہباں یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مکتوبات جو تین دفتروں کے اندر ہیں وہ فارسی نثر میں علم وعرفان اور رشد وہدایت کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے۔ فارسی نظم میں جس طرح مثنوی مولانا روم کا پورے اسلامی لٹریچر میں جواب نہیں اسی طرح فارسی نثر میں مکتوباتِ امام ربانی بھی ایسا عدیم المثال

۱۔ عبد الحکیم خاں اختر، ناچیز: اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، طبع اول، ص ۱۱۸۔

نصاب ہدایت ہے جس کی نظیر شاید چشمِ فلکِ کہن نے اِس میدان میں آج تک نہ دیکھی ہو۔

۲۔ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء) نے پانچ سو علمائے کرام کے ذریعے فتاوٰی عالمگیری مرتّب کروایا جو فقہ حنفی کی کتابوں میں لاجواب اور قابلِ قدر اضافہ ہونے کے ساتھ اسلامی قانون کی مکمل کتاب ہے۔

۳۔ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کی ردِّ روافض میں تحفۂ اثنا عشریہ نامی کتاب اِس درجہ تحقیقی اور ہر لحاظ سے مکمل ہے کہ اس میدان میں پوری دنیا کے اندر شاید ہی کسی عالم نے کوئی ایسی کتاب لکھی ہو جو اِس کے مقابلے پر رکھنے کے قابل ہو۔

۴:۔ شیخ الہند، بابۂ حرمین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) کی ردِّ عیسائیت میں اظہار الحق نامی کتاب عربی زبان کے اندر اِس درجہ لاجواب اور مکمل ہے۔ کہ اِس میدان میں دنیا کے کسی عالم کی کوئی شاید ہی ایسی کتاب ہو جس کو اظہار الحق کے سامنے رکھا جا سکے۔

۵:۔ قرآنِ مجید کے یوں تو اُردو میں بہت سے ترجمے منظرِ عام پر آچکے ہیں لیکن چودھویں صدی کے مجددِ برحق، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز الایمان کے نام سے جو ترجمہ کیا۔ اُس کا پورے اسلامی لٹریچر میں جواب نہیں ہے۔ گمراہ گروں نے اِس کی مقبولیت سے پریشان ہو کر قلمی میدان میں اپنے عجز کا خاموش اعتراف کرتے ہوئے اس پر پابندی لگوانا ضروری سمجھا ہوا ہے لیکن:۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُردو میں کلامِ الٰہی کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ ترجمہ ایک جانب تفاسیرِ معتبرہ کے عین مطابق ہے تو دُوسری جانب اُردو ادب کی جان ہے۔ یہ ترجمہ عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفوی کا نگہبان اور حفظِ مراتب کا پاسبان ہے۔ واقعی کنز الایمان اسم بامسمّٰی یعنی ایمان کا خزانہ ہے۔ اِسی لیے تو راقم الحروف

نے لکھا ہے :۔

ترجمہ قرآں کا لکھا کنزِ ایمان کر دیا
اے مفسرِ! واقفِ رمزِ خُدا پائندہ باد ۵

۶ :۔ فخرِ احناف امام ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب درِ مختار کی ردّ المحتار کے نام سے ایسی شرح لکھی جو فقہ میں اُن کی وسیع النظری اور جامعیت کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ ردّ المحتار کو فقہ حنفی میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ قسامِ ازل ہے اس لیے بھی بڑا شرف امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) کی قسمت میں لکھا تھا کہ انہوں نے پانچ جلدوں میں ردّ المحتار کی جدّ المحتار کے نام سے شرح لکھ دی۔ حق یہ ہے کہ مولانا بریلوی نے فقہی میدان میں تحقیق وتدقیق اور وسعت نظر کے لحاظ سے علامہ شامی کو بھی منزلوں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ سُنا ہے کہ جدّ المحتار اب مبارک پور اعظم گڑھ (بھارت) سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونیوالی ہے۔

۷ :۔ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز چودھویں صدی کے مجدّدِ برحق، پروانۂ شمعِ رسالت اور آسمانِ فقاہت کے ایسے مہرِ درخشاں ہوئے ہیں کہ اُن پر مجتہد ہونے کا گمان گزرنے لگتا ہے۔ کیونکہ بعض فتوے کچھ انہوں نے ایسے ہی بلند پایہ تحریر فرمائے ہیں جن سے شانِ اجتہاد ٹپکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ معاصرین میں سے کوئی بڑی سے بڑی ہستی فقہی میدان میں آپ کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکی۔ آپ ایک جانب پوری دنیا کے مفتیٔ اعظم و فقیہِ اعظم تھے تو دوسری طرف شیخ الکل، فقیہ النفس، شیخ الہند، شیخ الاسلام، امام الہند اور حکیم الامت وغیرہ القاب کے اپنے جملہ معاصرین میں سے سب سے زیادہ مستحق آپ ہی تھے۔ بعض لوگوں نے اِن القاب کو دوسروں پر چسپاں کر کے حقیقت کا مُنہ چڑانے کی کوشش کی ہے۔

اعلحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کا فتاوٰی بارہ ۱۲ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس عدیم المثال فقہی ذخیرے کا پورا نام العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ ہے۔ جسے عام بول چال میں فتاوٰی رضویہ شریف کہتے ہیں۔ مولانا بریلوی کے ایک عربی فتوے کو دیکھ کر آپ کے معاصرین میں سے محافظِ کتبِ حرم، مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) نے

فرمایا تھا کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) اسے دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ اس رسالے کے مؤلف کو اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل فرما لیتے۔

میدانِ فقاہت میں کامل مہارت رکھنے والے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ بات فقہ میں مہارت رکھنے والے ہر منصف مزاج پر عیاں ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ رضویہ کو دیکھ کر ان پر ابوحنیفہ ثانی ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی سات جلدیں مکمل اور دو نامکمل صورت میں چھپ چکی ہیں، جبکہ باقی جلدیں ہنوز اہل سنت وجماعت کی بے حسی کا ماتم کر رہی ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلدیں بھی چھپ جائیں اور یہ عدیم المثال فقہی کارنامہ شایانِ شان طریقے سے منظرِ عام پر آجائے، آمین وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

آئندہ سطور میں نمازِ غائبانہ کے متعلق امام احمد رضا خاں بریلوی کا ایک تحقیقی فتویٰ ہے۔ قارئینِ کرام اس کی روشنی میں مفتی کی شانِ فقاہت اور حدیث وفقہ میں وسیع النظری ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ہیں وہ چند پراگندہ سطور جو مجھے اللہ رب العزت کے اس مقبول بندے اور شمعِ رسالت کے عدیم المثال پروانے کی حمایت میں نصیب ہوئیں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥

گدائے درِ اولیاء: عبد الحکیم خاں اختر

مجددی مظہری شاہجہان پوری

لاہور

۷/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

مطابق ۲۲/ جولائی ۱۹۸۸ء۔

الهادی الحاجب عن جنازۃ الغائب

مسئلہ

از معسکر بنگلور جامع مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب مدراسی ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالیٰ کہ حنفی[1] مذہب میں نماز جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لیے ہوں، پھر دوبارہ پڑھنا۔ اور نماز[2] جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر امام[3] شافعی مذہب ہو تو اس کے اقتداء سے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہو جائیں گے یا نہیں؟ یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل رکھتا ہے یا نہیں؟ ہمارے بلاد دکن، اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے۔ اُمید کہ عبارات عام فہم ہوں گی کہ بکار آمد ہو۔

الجواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ الذی لا یشفع عندہ الا باذنہ والصلوٰۃ والسلام علی من امر بالوقوف عند حدود دینہ وعلی اٰلہ وصحبہ قدر کمالہ و حسنہ اٰمین۔

جواب سوال اوّل

مذہب مہذب حنفی میں جبکہ ولی[1] نمازِ جنازہ پڑھ چکا یا اُس کے اذن سے ایک بار نماز ہو چکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی، ولی شریک ہو گیا) تو اب دوسروں کو نماز مطلقاً جائز نہیں۔ نہ اُن کو جو پڑھ چکے اور نہ اُن کو جو باقی رہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے۔ جو اس کا خلاف کرے، مذہب حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کتبِ مذہب متون و شروح و فتاویٰ اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز میں بفضلہ بر وجہ اتم ہو چکی ہے۔ یہاں صرف نصوص و عبارات ائمہ و علمائے حنفیہ خصہم اللہ تعالیٰ بالطافہ الخفیہ ذکر کریں اور از انجا کہ یہ تحریر فائدہ جدیدہ سے خالی نہ ہو۔ ان میں جدت و زیادت کا لحاظ رکھیں و باللہ التوفیق۔ یہاں کلام بنظرِ انتظامِ مرام[2] چند انواع پر خواہانِ انقسام۔

---

[1] المراد بالولی ھٰھنا ھو الاحق وبغیرہ من لیس لہ الحق فاحفظ وسیاتی التفصیل۔ ۱۲ منہ

[2] ہر نوع بعونِ الٰہی نفیس دلیل مسائل پر مشتمل ہو گی کہ اس باب میں جن کی حاجت واقع ہو گی اور محلِ خلاف میں قول ارجح کی طرف بھی اجمالی اشارہ ہو گا و باللہ التوفیق۔ ۱۲ منہ۔ [3] لا یدخل للقبر عندہ موضع المیت الا الوتر وعندنا الوتر والشفع سواء۔ ۱۲ منہ۔

نوعِ اوّل

(نمازِ جنازہ دوبارہ روا نہیں)

(۱) درمختار میں ہے :-

تکرارھا غیر مشروع — نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

(۲) غنیہ شرح مُنیہ میں ہے :-

تکرار الصلوٰۃ علی میّتٍ واحدٍ غیر مشروع — ایک میّت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔

(۳) امام اجل، مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی استاد امام اجل صاحبِ ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں۔

باب فتاوی الشافعی وحدہ — مابہ قال وقلنا ضدہ

وجائز فی فعلھا التکرار — وفی القبور یدخل الاوتار

یعنی نمازِ جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے۔ ہمارے نزدیک جائز نہیں۔

(۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی۔ (۵) فتاوٰی عالمگیریہ

(۶) جامع الرموز میں ہے۔

لا یصلی علی میت الامرۃ واحدۃ — کسی میّت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے

(۷) علامہ سیّد احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں :-

سقوط فرضھا لواحد فلو اعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ۔ — نماز جنازہ کا فرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اب اگر پڑھیں تو مکرر ہو جائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔

بحرالرائق وشامی بیہقی وغیرہما کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور عنایہ کی دہم میں۔

(۸) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی۔ (۹) نہایہ شرح ہدایہ۔

(۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے۔

لا تعاد للصلوٰۃ علی المیّت الّا ان یکون الولیّ ھو الذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہٖ ولایۃ اسقاط حقّہ

کسی میت پر دو دفعہ نماز نہ ہو۔ ہاں اگر ولی آئے تو حق اس کا ہے اور دوسرا کوئی اس کا حق ساقط نہیں کر سکتا۔

نوع دوم

(دوبارہ پڑھیں تو نفل ہو گی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں)

---

(۱۱) ہدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی۔

(۱۳) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی۔

(۱۴) جوہرہ نیرہ شرح مختصر القدوری۔ (۱۵) دُرر شرح غرر۔

(۱۶) بحرالرائق شرح الکنز للعلامۃ زین۔ (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر۔

(۱۸) مستخلص الحقائق شرح کنز۔

(۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے:۔

الفرض یتادی بالاوّل والتنفل بھا غیر مشروع (زاد فی التبیین) ولھذا لا یصلی علیہ من صلی علیہ مرّۃ

فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو جاتا ہے اور یہ نماز نفل طور پر جائز نہیں۔ اس لیے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔

کافی کے الفاظ یہ ہیں۔

حق المیّت یتادی بالفریق الاوّل وسقط الفرض بالصلوٰۃ الاولیٰ فلو فعلہ للفریق الثانی لکان نفلاً

میت کا حق پہلے فریق نے ادا کر دیا اور فرض کفایہ نماز اوّل سے ساقط ہو گیا۔ اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہو گی اور یہ جائز نہیں

وذا غیر مشروع کمن صلّی علیہ مرّۃ۔ — جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ کی اجازت نہیں۔

(۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاویٰ ہندیہ۔

(۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے:۔

التنفل بصلوٰۃ الجنازۃ غیر مشروع۔ — نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں۔

(۲۳) امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح مُنیہ میں فرماتے ہیں:۔

المذہب عند اصحابنا ان التنفل بہا غیر مشروع۔ — ہمارے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ نفلاً روا نہیں۔

(۲۴) بحر العلوم، ملک العلماء، رسائل الارکان میں فرماتے ہیں:۔

لو صلّوا لزم التنفّل بصلوٰۃ الجنازۃ وذا غیر جائز۔ — پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئے گی اور یہ ناجائز ہے۔

ردالمحتار کی عبارت نوع ششم میں آئے گی۔

نوع سوم

یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے، غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی، اب اعادہ نہیں کر سکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہو گیا۔ ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی، امام میں تھی تو پھر پڑھی جائے گی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی (تو) کسی کی صحیح نہ ہوئی۔

(۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی

(۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابو الفضل۔

(۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ

(۳۴) مجتبیٰ (۳۵) شرح التنویر للعلائی۔

(۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحبِ درِ مختار۔ (۳۷) ردّ المحتار۔

(۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ۔

(۴۱) رحمانیہ میں ہے:۔

بعضهم بزيد على بعض والنظم للدرامام بلاطهارة والقوم بها أعيدت وبعكسه لا كما لو امت امرأة ولو امته لسقوط فرضها بواحد

امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور برعکس میں نہیں جیسے جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہو کہ فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہو گیا۔

محیط وبحر الرائق کے لفظ یہ ہیں:۔

لو كان الامام على طهارة والقوم على غيرها لا تعاد لان صلوة الامام صحت لو اعادوا تتكرر الصلوة وانه لا يجوز۔

امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارت تو نماز نہ پھیری جائے گی کہ امام کی نماز صحیح ہو گئی۔ اب اگر پھیریں تو نماز جنازہ دو بار ہو گی اور یہ ناجائز ہے۔

شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں:۔

وان كان القوم غير طاهر لا تعاد لان الاعادة لا تجوز۔

اگر مقتدی بے طہارت ہوں تو نماز نہ پھیریں کہ یہ نماز دوبارہ جائز نہیں۔

نوع چہارم

جب ولی خود یا اُس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھائے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں۔

(۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی۔

(۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعہ ۔

(۴۶) غرر للعلامۃ مولی خسرو ۔

(۴۷) تنویر الابصار وجامع البحار، شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی ۔

(۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح للعلامۃ ابنِ کمال پاشا ۔

(۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق ۔

(۵۱) شرح منیہ ابنِ امیر الحاج ۔

(۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے :۔

واللفظ لمتن العلامۃ ابراھیم الحلبی لایصلی غیر الولی بعد صلاتہ ۔

یہ الفاظ علامہ ابراہیم حلبی کے متن کے ہیں۔ کہ ولی کے بعد کوئی شخص نمازِ جنازہ نہ پڑھے ۔

امام ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں :۔

ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز للحد ان یصلی بعدہ ۔

ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے تو اُس کے بعد کسی کو نماز پڑھنا جائز نہیں ۔

یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا :۔

لایصلی احد علیھم بعدہ وان صلی وحدہ ولی ۔

ولی اکیلا ہی پڑھ چکا جب بھی اُس کے بعد کوئی نہ پڑھے ۔

حلبیہ کی عبارت یہ ہے :۔

قال علماءنا اذا صلی علی المیّت من لہ ولایۃ ذٰلک لاتشرع الصلوٰۃ علیہ ثانیۃ بغیرہ ۔

ہمارے عُلماء نے فرمایا کہ جب میّت پر صاحبِ حق نماز پڑھ لے تو دوبارہ اُس کے بغیر اُس پر کسی کو نماز مشروع نہیں ۔

(۵۳) مختصر قدوری ۔ (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی بن عبدالجلیل الفرغانی ۔

(۵۵) نافع متن مستصفی للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی ۔

(۵۶) شرح الکنز للعلامۃ ابنِ نجیم ۔

(۵۷) شرح الملتقی للعلامۃ شیخی زادہ ۔

(۵۸) شرح النقایہ للقہستانی۔ (۵۹) ابراہیم الحلبی علی المنیہ۔

(۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے:۔

ان صلی علیه الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ۔	اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کسی کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔

غنیہ کے لفظ یہ ہیں:۔

عدم جواز صلاۃ غیر الولی بعدہ مذھبنا۔	ولی کے بعد سب کو نا جائز ہونا ہمارا مذہب ہے۔

(۶۲) مستصفی للامام النسفی۔

(۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔

ولو لم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ۔	اگر سلطان حاضر نہ ہوا اور ولی پڑھ لے تو اب کوئی اعادہ نہیں کرسکتا۔

نوع پنجم

کچھ ولی کی خصوصیت نہیں، حاکم اسلام یا امام مسجد جامع یا امام مسجد محلہ میت کے بعد بھی پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحب حق ہیں۔

(۶۴) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا:۔

وکذا بعد امام الحی و بعد کل من یتقدم علی الولی۔	اور یونہی اگر محلہ میت کا امام یا دیگر حق دار پڑھ لیں تو اوروں کے لیے بعد میں پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۵) فاتح شرح قدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبیٰ علی صدر الشریعۃ۔

(۶۷) حواشی سید حموی میں ہے:۔

تخصیص الولی لیس بقید لانه	کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطان اسلام

لوصلی السلطان او غیرہ ممن ھو اولی من الولی لیس لاحد ان یصلی بعدہ۔

وغیرہ جو ولی سے اَولیٰ ہیں اُن کے نماز پڑھ لینے کے بعد کسی کو یہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے۔

اذا منعت الاعادۃ بصلاۃ الولی فبصلاۃ من ھو مقدم علی الولی اولی۔

جب ولی کے بعد دُوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ جو ولی سے بھی مقدم ہیں تو اُن کے بعد اجازت نہ ہونا بدرجۂ اولیٰ ہے۔

(۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے :۔

لا یجوز ان یصلی غیر الاحق بعد صلوٰۃ الولی الاحق۔

ولی وغیرہ جو اِس نماز میں صاحب حق ہیں، اُن میں سے کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں۔

حلیہ کی عبارت نوع چہارم میں گزُری۔

نوع ششم

ولی وغیرہ ذی حق جس صُورت میں اپنے حق کے لیے اعادہ کرسکتے ہیں، اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا، وہ ان کی نماز میں شریک نہیں ہو سکتا۔

(۷۱) نور الایضاح (۷۲) دُرِّ مختار۔
(۷۳) بحر الرائق (۷۴) قُنیہ
(۷۵) شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبد العلی۔
(۷۶) شرح الملتقی للعلامہ عبد الرحمن الرومی۔
(۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی۔
(۷۸) شرح منظومہ ابنِ وہبان للعلامہ ابن الشحنہ۔

(۷۹) خادمی علی الدر میں ہے:۔

وللفظ له ليس لمن يصلّى اوّلاً ان يعيد مع الولى۔

(الفاظ اُسی کے ہیں) جو ایک بار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کرسکتا۔

(۸۰) فتح القدیر میں ہے:۔

ولذا قلنا لم يشرع لمن صلى مرّة التكرار۔

اسی لیے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایک بار پڑھ چکا اُسے پھر پڑھنا جائز نہیں۔

(۸۱) شامی علی الدر میں ہے۔

لان اعادة تكون نفلا من كل وجه بخلاف الولى لانه صاحب الحق۔

اس لیے کہ اِس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کے کہ صاحبِ حق ہے۔

نوعِ ہفتم

جب ولی نے دُوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریکِ نماز نہ ہُوا یا کوئی اجنبی بے اذنِ ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریکِ نماز ہوگیا تو اِن صُورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کرسکتا۔

(۸۲) جوہرہ میں ہے:۔

ان اذن الولى لغيره فصلى لا تجوز له الاعادة۔

اگر ولی کے اذن سے دُوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی کو بھی اعادہ جائز نہیں۔

(۸۳) بحر میں ہے:۔

اذن لغيره بالصلوٰة لا حق له فى الاعادة۔

ولی جب دُوسرے کو نماز کا اذن دیدے اب اُسے اعادہ کا حق نہیں

(۸۴) فتاویٰ امام قاضی خاں۔ (۸۵) فتاویٰ ظہیریہ

(۸۶) فتاویٰ ولوالجیہ (۸۷) واقعات

(۸۸) تجنیس للامام صاحب ہدایہ (۸۹) فتاوٰی عتابیہ۔
(۹۰) فتاوٰی خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ہدایہ
(۹۲) نہایہ اوّل شرح ہدایہ (۹۳) منبع
(۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر (۹۵) شلبی علی زیلعی الکنز
(۹۶) حلیہ (۹۷) برجندی
(۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ
(۱۰۰) شرح علائی۔ (۱۰۱) ہندیہ میں ہے واللفظ للعنایہ عن

الولوالجی وللشلبی عن النہایۃ عن الولوالجی والظہیریۃ والتجنیس و للبحر عنہم وعن الواقعات :۔

رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ ولم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لایعید لانہ صلی مرۃ۔

ایک شخص نے نماز پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا لیکن شریک ہوگیا تو اب اعادہ نہ کریگا کہ ایک بار پڑھ چکا۔

نوع ہشتم

یونہی اگر سلطان وغیر ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھ لیں بلکہ اُن کے اذن سے کوئی پڑھ دے، جب بھی ولی کو اختیارِ اعادہ نہیں۔

۱۰۲ تا ۱۱۹ یعنی نمبر ۸۴ سے ۱۰۱ تک کی تمام کتب مذکورہ۔

(۱۲۰) فتح القدیر۔

(۱۲۱) فتح المعین میں ہے۔ امامنٰ ذکرنا لفظہم اتفاقیا لفاظ متفقۃ والباقون بمعانی متقاربۃ وھٰذا لفظ الخانیۃ :۔

ان کان المصلی سلطانا اوالامام الاعظم اوالقاضی اووالی مصر اوامام

اگر امیر المومنین یا سلطانِ اسلام یا قاضی یا والئ شہر یا امام مسجد محلۂ میت نے نماز پڑھ لی تو ہمارے

حيث ليس للولى ان يعيد فى ظاهر الرواية زاد الذين سقناه لفظهم لانهم اولى بالصلوٰة۔ | آئمہ سے ظاہر الروایۃ میں ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں کہ یہ لوگ اس نماز کے حق میں ولی سے مقدم ہیں۔

(۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ

(۱۲۴) بحر۔

(۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے:۔

لو صلى من له حق التقدم كالسلطان ونحوه لا يكون له حق بالاعادة۔ | سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں، ان کے پڑھ لینے کے بعد ولی کو حقِ اعادہ نہیں۔

کفایہ و مستخلص کی عبارت نوع دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور اُن کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں۔ امام مسجدِ جامع کو بھی بڑھایا۔ اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر فتح اور پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امام جامع امام محلہ پر مقدم ہے۔

(۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ۔

(۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔

ولو صلى الامام المسجد الجامع لا تعاد | مسجد جامع کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں

(۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع

(۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمختار میں ہے۔

امام الحى كالسلطان فى عدم اعادة الولى۔ | امام محلہ بھی اس امر میں مثل سلطان ہے کہ اُس کے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں۔

تنبیہ:۔ امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولیٰ ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور درمختار میں مجتبیٰ و شرح المجمع للمصنف سے نقل فرمائی، حلیہ میں اسے عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبیٰ نقل کرکے فرمایا وَهُوَ اَحْسَنُ۔ یہ کلام عمدہ ہے۔ اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا۔

(۱۳۲) خانیہ ۔ (۱۳۳) وجیز کردری ۔

(۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتین میں ہے :۔

و للفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی منزلہ ان کانت الصلوۃ الاولی باذن الوالی او القاضی لا تعاد ۔

(لفظ وجیز کے ہیں) غیر شہر میں مرا۔ اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ پھر اُس کے اقارب آئے اور اُس کے وطن لے آئے۔ اگر پہلی نماز حاکم اسلام یا قاضی کے اذن سے ہوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں ۔

نوع نہم

اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان و حکام کہ اُس سے اَولی ہیں، بعد کو آئے تو اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کر سکتے ۔ ہاں اگر وہ موجود تھے اور اُن کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک انہیں اختیارِ اعادہ ہے ۔ وھو محمل مافی الدر عن المجتبیٰ وفی النہایۃ والجوھرۃ ثم الھندیۃ و الطحطاوی وفی العنایہ والبرجندی عن النہایۃ وفی للفاتح شرح القدوری وفی ابو سعید علی الدور عن المجتبیٰ وغیرہ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیارِ اعادہ نہیں ۔ معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی۔ ردالمحتار میں اِسی کو ترجیح دی اور یہی ظاہر اطلاق متون اور ظاہر امن حیث الدلیل اقوٰی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا اور ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا ۔ غرض ہر طرح اعادہ اور تکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں ۔

(۱۳۶) غایۃ البیان شرح الھدایہ للعلامۃ الاتقانی میں ہے :۔

ھذا علی سبیل العموم حتی لا تجوز الاعادۃ لا لسلطان ولا لغیرہ ۔

یعنی ولی کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے ، یہاں تک کہ پھر سلطان وغیرہ

(۱۳۷) صغیری میں ہے

ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ ۔	ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا اختیار نہیں سلطان ہو یا اور کوئی ۔

(۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے :۔

من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہٗ سلطانا کان او غیرہ ۔	ولی کے بعد کسی کو نماز جائز نہیں، سلطان ہو یا اس کا کوئی غیر ۔

(۱۳۹، ۱۴۰) ابو السعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا :۔

اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلوٰۃ الولی وبہ جزم فی السراج و غایۃ البیان والنافع ۔	کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا جو سلطان کو بھی شامل تو اس کا مفاد یہ ہے کہ ولی کے بعد سلطان بھی اعادہ نہ کرے اور اسی پر حدادی واتقانی ونافع نے جزم فرمایا ۔

(۱۴۱) مستصفیٰ للامام النسفی ۔

(۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے :۔

الحق الحق الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان او غیرہ ۔	اہل حق ولی کا ہے ولہٰذا ماتن یعنی صاحب الفقہ النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں، سلطان ہو یا کوئی اور ۔

(۱۴۳، ۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا :۔

اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفی لا ویدل علی ھٰذا قول الھدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان	کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جو اس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں؟ سراج ومستصفیٰ میں منع فرمایا اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا :۔ ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں اور یونہی کنز وغیرہ میں ہے ۔

یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ لقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل فی المعراج عن المنافع[1] لیس للسلطان ثم اید روایۃ المنافع اھ ملخصاً۔	کہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے جن میں سلطان بھی شامل ہے اور معراج میں منافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اس کی تائید فرمائی۔

(۱۴۵) بحر الرائق میں ہے :۔

صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادۃ۔	ولی پڑھ چکا، پھر وہ لوگ (سلطان وغیرہ) آئے جو ولی پر مقدم ہیں، انہیں اعادہ کا اختیار نہیں۔

وبھذا اول البحر التوفیق فحمل ما فی النہایۃ والعنایۃ

---

[1] : المنافع ھذا ھو المستصفی للامام الاجل ابی البرکات النسفی شرح فقہ النافع الشہیر بالنافع للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی قد قال رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر کتابہ المصفٰی شرح المنظومۃ النسفیۃ لما فرغت من جمع المنافع ھذا واملائہ وھو المستصفی سألنی بعض اخوانی ان اجمع للمنظومۃ شرحا مشتملا علی الدقائق فشرحتھا وسمیتہ المصطفٰی فظھر ان المستصطفی والنافع شیئ واحد وھو شرح النافع والمصفٰی غیرہ وھو شرح المنظومۃ فلیس عین المستصفٰی ولا اختصارہ ولا المستصفٰی شرح المنظومۃ وقد وقع ھھنا غلط من العلامۃ الکاتبی فی کشف الظنون فتنبہ ومن اشد العجب ان استدل علٰی ما ادعاہ من ان المستصفٰی شرح المنظومۃ وان المصفٰی اختصارہ بما مر من کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر المصفٰی مع انہ شاھد یا علی نداء علٰی نقیض ما اعادہ ثم اعاد ذکر المستصفٰی فی النافع فجعلہ شرحہ علی الصواب وذکر قیلا انہ المصفٰی ولیس بالصواب فاعلم ۱۲ منہ۔

علی ما اذا تقدم الولی بمحضر السلطان من دون اذنه وما فی السراج والمستصفی علی ما اذا تقدم وهم غیب ثم حضروا ونازعه فی النهر بان کلماتهم متفقة علی ان لاحق للسلطان فمن دونه قبل الولی الا عند حضورهم فالخلاف انما هو اذا حضروا۔

اقول :- کیفما کان الامر فالذی یقول باعادة السلطان انما یقول اذا حضروا وتقدم الولی بلا اذنه قال فی الحلیقه فی تصوير هذا الخلاف صلی الولی والسلطان او امام الحی اومن بینهما حاضر ولم یتابعه الخ وکذالك قید فی النافع بقوله ان حضر قال فی شرحه المستصفی انما قدم السلطان لعارض ولهذا قال ان حضر اھ۔ وفی المجتبیٰ صلی الولی لم یجز ان یصلی احد بعده هذا اذا لم یحضر السلطان اما اذا حضر وصلی الولی یعید السلطان اھ۔ ومثله فی الفاتح وفی الدر لو وصل الولی بحضرة السلطان مثلا اعاد السلطان اھ۔ وفی المعراج والحاوی عن المجتبیٰ للسلطان الاعادة اذا صلی الولی بحضرته اھ۔ وفی علی المراقی صلی ولی واراد السلطان ان یصلی علیه فله ذلك جوهره یعنی اذا کان حاضرا وقت الصلوة ولم یصل مع الولی ولم یاذن لاتفاق کلمتهم ان لاحق للسلطان عند عدم حضوره نهر اھ۔ فظهر سقوط ما وقع لعبد الحلیم علی الدرر من قوله ان السلطان اذا لم یحضر فصلی من دونه فحضر السلطان یعیدها ان شاء اھ۔ فلیتنبه وبالله التوفیق۔

حدیث ہے کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کرکے

شریک ہو جائے کہ ہو چکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا، جیسے نمازِ عید ھٰذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے۔ بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازتِ امامت دے دی تو اب بھی ولی تیمم کر سکے گا کہ اجازت دے کر اختیارِ اعادہ نہ رہا۔ یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دوسرا آگیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا اور تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہو۔

(۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر

(۱۴۸) ملتقی (۱۴۹) نور الایضاح

(۱۵۰) محیط میں ہے۔

صح لخوف فوت الجنازۃ — اندیشہ فوت جنازہ کیلئے تیمم جائز ہے۔

(۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ

(۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ۔

(۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی

(۱۵۷) غرر (۱۵۸) منیہ میں ہے۔

واللفظ للاصلاح والوقایۃ ھو لمحدث وجنب حائض ونفساء عجزوا عن الماء لخوف فوت صلوۃ الجنازۃ لغیر الولی اھ۔ و مثلہ فی الغرر غیر انہ قال لغیر الاولی۔ مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور اس میں نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف کریں تو ان کو تیمم جائز ہے، سوا اس کے جو اس نماز کا احق ہو کہ اسے خوفِ فوت نہیں۔

مختصر الوقایہ کے لفظ یہ ہیں:۔ ما یفوت لا الی خلف کصلوۃ الجنازۃ لغیر الولی۔ جوازِ تیمم کے عذروں سے ہے۔ ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہو سکے جیسے غیر ولی کے لیے نمازِ جنازہ۔

(۱۵۹) منتقی امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاوی غیاثیہ میں ہے۔

لا یجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس — جس کا انتظار ہو گا یعنی ولی و اولی اسے تیمم

فلولم ینتظروہ اجزاہ۔ — جائز نہیں اور جسکا انتظار نہ ہو اُسے تیمم جائز ہے۔

(۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے۔

یعتبر الخوف بغلبۃ الظن — خوفِ فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے۔

(۱۶۲) امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں۔

قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلوٰۃ علی الجنازۃ و فی صلوٰۃ العیدین لان ذٰلک اذا فات لم یقض۔ — نمازِ جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے ـــــ پانی ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے اس لیے کہ ان دونوں کی قضا نہیں۔

(۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے۔

لانہ لا تقتضی فیتحقق العجز۔ — اسلیئے کہ نمازِ جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔

(۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی

(۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاوٰی خیریہ میں ہے۔

انما تفوت بلا خلف (زاد البرجندی) بالنسبۃ الی غیر الولی۔ — نمازِ جنازہ ہو چکے تو غیر ولی کیلیئے اس کا بدل نہیں ہے۔

(۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ:۔

صلوٰۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانہما لا تقضیان فیتحقق العجز۔ — نمازِ جنازہ وعید فوت ہوجائیں تو انکا بدل نہیں کروہ قضا نہیں کی جاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا۔

(۱۷۰) عنایہ میں ہے:۔

کل ما یفوت لا الی بدل جاز اداؤہ بالتیمم مع وجود الماء وصلوٰۃ الجنازۃ عندنا کذالک لانہا لا تعاد۔ — ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اُسے تیمم سے ادا کرسکتے ہیں اور نمازِ جنازہ ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں ہوسکتی۔

(۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے:۔

صلوٰۃ الجنازۃ تفوت لا الی خلف — نمازِ جنازہ کا فوت ہوجانے پر بدل نہیں تو

فصار الماء معدوما بالنسبۃ الیھا۔ — اس کے لیے پانی معدوم ٹھہرا۔

(۱۷۳) ظہیریہ۔ (۱۷۴) عالمگیریہ۔

(۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نور الایضاح۔

(۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے:۔

والنظم للدر ولو جنبا او حائضا — اس کے لیے جنب و حائض کو بھی تیمم روا ہے

نوٹ :۔ اور یہ مسئلہ وقایہ و اصلاح غرر سے واضح تر گزرا۔

(۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ

(۱۸۱) طحطاوی المراقی (۱۸۲) حلیہ

(۱۸۳) غنیہ میں ہے واللفظ للبحر:۔

یجوز التیمم للولی اذا کان من ھو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت — سلطان و حکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے کہ اب اُسے بھی خوفِ فوت ہو سکتا ہے۔

(۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر

(۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے واللفظ لھذین:۔

یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوٰۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصۃ۔ — ولی دُوسرے کو اذنِ نماز دے جب بھی اُسے تیمم روا ہے اور جسے ولی نے اذن دیا، اب اُسے تیمم جائز نہیں جیسا کہ خلاصہ میں تصریح فرمائی۔

نوٹ :۔ پہلی صُورت میں ولی کو خوفِ فوت ہو گیا اور دُوسری صُورت میں صاحب اذن کو اب خوفِ فوت نہیں رہا۔

(۱۸۷) فتاوٰی کبرٰی (۱۸۸) فتاوٰی قاضی خان۔

(۱۸۹) خزانۃ المفتین (۱۹۰) جامع المضمرات شرح قدوری۔

(۱۹۱) فتاوٰی ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر۔

(۱۹۳) جواہر اخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے:۔

تیمم فی المصر وصلی علی جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما مدۃ یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنہ) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذلک التیمم اھ قال فی الدر بہ یفتی اھ قال فی المضمرات و الجواھر والھندیۃ علیہ الفتوی۔

پانی ہوتے ہوئے بخوفِ فوت تیمم سے نمازِ جنازہ پڑھی۔ اب دوسرا جنازہ آیا۔ اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کر لیتا اور نہ کیا اور اب وضو کرے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہو تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے اور مہلت نہ پائی تو اُسی پہلے تیمم سے یہ بھی پڑھے۔ اِسی پر فتوٰی ہے۔

(۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ القدسی

(۱۹۷) حاشیہ علامہ نوح آفندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابنِ عابدین میں ہے۔

مجرد الکراھۃ لا یقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما۔

یعنی صرف کراہت کے سبب تیمم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں۔ یہ اس سے زائد تو نہ ہو گی بلکہ اجازت اِس لیے ہے کہ جنازہ فوت ہو تو بدل ناممکن ہے۔

تنبیہ:۔ ماذکرنا من عدم جوازہ للولی نسبوہ روایۃ الحسن عن الامام الاعظم وعزاہ فی الجوھرۃ للنوادر وصححہ فی الھدایۃ والخانیۃ والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحہ فی الجوھرۃ والھندیۃ والمستخلص والمراقی وعلیہ مشی فی الخلاصۃ والعنایۃ والمنیۃ والھدیۃ والکافی والدرر والمجتبی وجامع الرموز وقال صدر الشھید بہ ناخذ کما فی الخلاصۃ وکذا صححہ الامام شمس الائمۃ الحلوانی کما فی الغیاثیہ عن منتقی وفی الغنیۃ عن الذخیرۃ۔

اقول:۔ فما وقع فی ابن کمال پاشا من نسبۃ تصحیح خلافہ

بشمس الائمۃ وتبعہ عبد الحلیم علی الدرر والشامی علی الدر فکانہ سبق نظر قالوا فی ظاہر الروایۃ ملجوز للولی ایضاً لان الانتظار فیہا مکروہ وجوابہ ما نقلنا انفا علی البرہان فمابعدہ وعزاہ فی الخلاصۃ للاصل والفتاوی الصغری وعلیہ مشی فی الظہیریۃ وخزانۃ المفتین وصححہ فی جواہر الاخلاطی وعزا تصحیحہ فی عبد الحلیم لخواہر زادہ فی الرحمانیۃ لحاشیۃ شیخ الاسلام عن النصاب والغیاثیۃ وفتاوی الغرائب والظہیریۃ۔

اقول :۔ لکن الذی رایت فی الغیاثیۃ ماقدمت ان قال الحلوانی الصحیح روایۃ الحسن ولفتی بھذا اھ فلعلہا العتابیۃ لجملۃ فقاء فرشت موحدۃ۔

اقول :۔ وقد اسمعناک التنصیص علی استثناء الولی عن المختصر والبدایۃ والوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والوافی والغرر والھدایہ وقصر الاجازۃ علی خوف الفوت عنہما وعن الطحاوی والکنز والتنویر والملتقی ونور الایضاح وکلہا متون المذہب المعتمد علیہا الموضوعۃ لنقل المذہب فلا اقل من ان یکون ایضاً ظاہر الروایۃ وقد تظافرت علیہ تصحیحات الجلۃ ولا یذہب علیک مالہ من قوۃ الدلیل فعلیہ یجب الاعتماد والتعویل وقد اشار فی الحلیۃ الی التوفیق بان عدم الجواز للولی اذ لم یحضر من ہو اقدم منہ والجواز اذا حضروا الیہ یومی کلام الغنیۃ والبحر۔

اقول :۔ ولقد کان احسن توفیقا لولا ان نص الاصل والصغری سواء کان مقتدیا او اماما ونص الظہیریۃ والخزانۃ لوکان اماما ونص الجواہر مقتدیا او اماما او من لہ حق الصلوٰۃ علیہ ونص النصاب یجوز التیمم للامام ومن لہ حق الصلوٰۃ فالصواب ابقاء الخلاف وتحقیق ان

الحق هو هذا التفصيل والله سبحانه وتعالیٰ اعلم۔

نوع یازدہم

(۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی
(۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدیر
(۲۰۳) غنیہ (۲۰۴) سراج وہاج
(۲۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) مستخلص
(۲۰۷) طحطاوی علی المراقی واللفظ للفتح۔

فترك الناس عن أخرهم الصلوٰة علی قبر النبی صلی الله علیه وسلم ولو کان مشروعا لما اعرض الخلق کلهم من العلماء ولا الصالحین والراغبین فی التقرب الیه صلی الله علیه وسلم بانواع الطرق عنه فهذا دلیل ظاهر علیه فوجب اعتبارہ۔

تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی۔ اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں علماء اور صلحاء وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہونے پر کھلی دلیل ہے جس کا اعتبار لازم۔

حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج و غنیہ و امداد سے یوں ہیں:۔

والا یصلی علی قبرہ الشریف الی یوم القیامة لبقائه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کما دفن طریا بل هو حتی یرزق و یتنعم لسائر الملاذو

اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے وقتِ دفن مبارک تھے، بلکہ وہ زندہ ہیں، روزی دئے

العبادات وكذا سائر الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام وقد اجتمعت الامة على تركها۔	جلتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے نازونعم بن ہیں اور ایسے ہی باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناءُ حالانکہ تمام امت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔

النہی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون عبارتیں تھیں، یہ پچاسی کتب متون و شروح و فتاوٰی کی دو سو سات عبارات ہیں غرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز و گناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالف مذہبِ حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطۂ عوام ان تمام روشن و ظاہر تصریحاتِ مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیف شافعیہ سے سند لیتے ہیں۔

اوّل:۔ تبئیض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی شافعی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ دفعہ نماز ہوئی اور کثرت ازدحامِ خلائق سے عصر تک اُن کے دفن پر قدرت نہ پائی۔

دوم:۔ سیر النبلا شمس الدین ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمین زید بن حسن کندی حنفی نے ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی القضاۃ جمال الدین ابن الحرستانی نے نماز پڑھائی۔ پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں پھر شیخ موفق الدین شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کوہِ دمشق میں۔

اوّلاً:۔ جمیع کتبِ مذہب کے صریح خلاف میں دو کتب تاریخ پر اعتماد کیسی جہالت شدیدہ ہے۔

ثانیاً:۔ دنیا میں صرف حنفی ہی مذہب کے لوگ ہیں، خصوصاً پہلی صدیوں میں کہ مجتہدین بکثرت تھے اور ہر ایک کے لیے اتباع تھے۔ اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیہ نے چھ بار پڑھی؟ بلکہ ہجومِ خلائق تھا۔ ہر مذہب و مسلک کے لوگ جوق در جوق آتے تھے۔ غیر حنفیہ نے اگر سو بار پڑھی تو حنفی مذہب میں اس میں کیا حجت ہوسکتی ہے۔ اللہ اکبر امام اعظم

ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم الشان، جلیل البرہان امام ہیں کہ امام مستقل، مجتہد مطلق، سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُس امام الائمہ، سراج الامہ کے مزار پُرانوار کے پاس نمازِ صبح پڑھائی، بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی، نہ رفعِ یدین کیا، نہ قنوت پڑھی۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا:۔ ان صاحبِ قبر کے ادب سے کما فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی اور ایک روایت میں ہے:۔ مجھے حیا آئی کہ اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلك المتقسط للمولی علی قاری سبحان اللہ مجتہد مستقل تو ادبِ امام سے حضورِ امام میں اتباعِ امام اختیار کریں اور خود حنفیہ خاص جنازۂ امام پر مخالفتِ امام و ترکِ مذہب کرتے۔ یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟

ثالثاً:۔ پہلی نمازیں غیر ولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیارِ اعادہ تھا۔ امام کے ولی صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد بن ابوحنیفہ تھے۔ جب انہوں نے پڑھی، پھر جنازۂ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابنِ حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:۔

ما فرغوا من غسلہ الا وقد اجتمع من اھل البغداد خلق لا یحصیھم الا اللہ تعالیٰ کانھم نودی لھم بموتہ وحزر من صلی علیہ فقیل بلغوا خمسین الفا وقیل اکثر واعیدت الصلوٰۃ علیہ ستۃ مرات اٰخرھا ابنہ حماد۔	اِدھر امام ابوحنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ اُدھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہو گئی، جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقالِ امام کی خبر پکار دی تھی۔ نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا ہے پچاس ہزار تھے اور کوئی کہتا ہے اس سے بھی زیادہ تھے اور اُن پر چھ بار نماز ہوئی۔ آخر مرتبہ صاحبزادہ امام حضرت حماد نے پڑھی۔

رابعاً:۔ یوں ہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذنِ ولی تھی۔ بلکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ نماز دوم ہی باذنِ ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالم حنفی کا تھا اور وہاں اُس وقت حنفیہ کے رئیس الرؤسا یہی امام جمال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذ خاص امام جلیل قاضی خان تھے جنکی تصانیف میں جابجا تصریح ہے کہ نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ تیسری

نماز والے حنبلی مذہب تھے۔ حنبلیہ کے یہاں جواز ہے جو ہم پر حجت نہیں بالجملہ علماء وعقلاء کا اتفاق ہے کہ :۔

واقعۃ عین لاعموم لھا۔ خاص خاص واقعے محل ہر گونہ احتمال

اُن سے استدلال محض خام خیال، نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام آئمہ مذہب کے رد کرنے کو، جس پر جرأت نہ کرے گا۔ مگر نااہل، شدید الجہل ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم

مذہب مہذب حنفی میں جنازۂ غائب پر بھی محض ناجائز ہے۔ آئمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر بھی اجماع ہے۔ خاص اِس کا جزئیہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اُولٰی بھی اِس سے متعلق کہ غالباً نماز غائب کو تکرار صلوٰۃ جنازہ لازم۔ بلادِ اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہو گی اور دُوسری جگہ خبر کے بعد ہی پہنچے گی و لہٰذا امام اجل نسفی نے کافی میں اِس مسئلہ کو اُس کی فرع ٹھہرایا۔ اگرچہ دونوں مستقل مسئلے ہیں۔ اب اِس مسئلہ کی نصوص خاصہ لیجئے اور بنظرِ تعلق مذکور سلسلۂ عبارات بھی وہی رکھیے :۔

(۲۰۸) فتح القدیر (۲۰۹) حلیہ

(۲۱۰) غنیہ (۲۱۱) شلبیہ

(۲۱۲) بحر الرائق (۲۱۳) ارکان میں ہے :۔

وشرط صحتھا اسلام المیت وطھارتہ ووضعہ امام المصلی فلھذا القید لا تجوز علی غائب۔

صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

(۲۱۴) متن تنویر الابصار میں ہے :۔

شرطھا وضعہ امام المصلی۔ جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا شرط

نماز جنازہ ہے۔

(۲۱۵) برہان شرح مواہب الرحمن طرابلسی (۲۱۶) نہر الفائق۔

(۲۱۷) شرنبلالیہ علی الدرر (۲۱۸) خادمی۔

(۲۱۹) ہندیہ (۲۲۰) ابو السعود۔

(۲۲۱) درمختار میں ہے :۔

شرطھا حضورہ فلا تصح علی غائب۔

جنازہ کا حاضر ہونا شرط ہے لہٰذا غائب پر صحیح نہیں۔

(۲۲۲) متن نور الایضاح میں ہے :۔

شرائطھا اسلام المیت و حضورہ۔

اُس کی شرطوں میں سے میت کا مسلمان اور سامنے ہونا ہے۔

(۲۲۳) متن ملتقی الابحر میں ہے :۔

لا یصلی علی عضو ولا علی غائب۔

میت کے کسی عضو یا غائب پر نماز نہ پڑھے۔

(۲۲۴) شرح مجمع (۲۲۵) مجمع شرح ملتقی میں ہے :۔ محل خلاف الغائب عن البلد اذا لو کان فی البلد لم یجز ان یصلی علیہ حتی یحضر عندہ اتفاقا لعدم المشقۃ فی الحضور۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اِس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اِس صورت میں ہے کہ میت دُوسرے شہر میں ہو اور اگر اُسی شہر میں ہو تو نماز غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں۔

(۲۲۶) فتاوٰی خلاصہ میں ہے :۔

لا یصلی علی میت غائب عندنا۔

ہمارے نزدیک کسی میت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔

(۲۲۷) متن وافی میں ہے :۔ من استھل صلی علیہ والا لا کالغائب۔ جو بچہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اُس کی حیات معلوم ہو، پھر مر جائے، اُس پر نماز پڑھی

جائے ورنہ نہیں جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں۔

(۲۲۸) کافی میں ہے:۔

لا یصلّی علیٰ غائب و عضو خلافا للشافعی بناء علیٰ ان صلوٰۃ الجنازۃ تعادام لا۔	کسی غائب یا عضو پر ہمارے نزدیک نماز نہیں پڑھی جائے گی برخلاف امام شافعی کے کہ اُن کے نزدیک نمازِ جنازہ دوبارہ ہوسکتی ہے یا نہیں ہوسکتی۔

(۲۲۹) فتاوٰی شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزمی تمرتاشی میں ہے:۔

انّ اباحنیفۃ لایقول بجواز الصّلوٰۃ علی الغائب۔	ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب پر نمازِ جنازہ نہیں مانتے۔

(۲۳۰) منظومۂ امام مفتی الثقلین میں ہے:۔

باب فتاوی الشافعی وحدہٗ	ومابہ فقال قلنا ضدّہٗ
وھی علی الغائب والعضو تصح	وذاک فی حق الشھید قد طرح

صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور اِن سب وسائل میں ہمارا مذہب اُن کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب و عضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔

یہ ۸۶ کتابوں کی ۲۳۰ عبارتیں ہیں۔ والحمد للہ۔ مسئلہ اُولیٰ پر بحث دلائل النہی الحاجز میں بحمد اللہ تعالیٰ بروجہ کافی ہوچکی۔ یہاں بہت اختصار و اجمال کے ساتھ مسئلہ تاثیر کے دلائل پر کلام کریں۔ فنقول و باللہ التوفیق۔ حکم شرع مطہر کے لیے ہے اور اُس پر زیارت ناروا۔

اقول:۔ ای ما کان بدون اذنہ الخاص او العام ولو فی ضمن الارسال او السکوت فانہ بیان ولیس یسکت عن نسیان فھٰذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ لاغیرہ اذ المستند و لوالیٰ سکوتہ مستند الیہ لازائد علیہ والمتبع الکف دون الترک فانہ لیس بفعل العبد ولا مجد ورکمانص

علیہ الجلۃ الصدور بل ھو فی العقل مدلل فان الاعدام لا تعلل فاضہم ان کنت تفہم۔

حضور پُر نور، سید یوم النشور، بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو نمازِ جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرمانے کے سبب صحابہ نے حضور کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے۔

لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم۔ — ایسا نہ کرو، مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو۔

رواہ ابن ماجہ عن عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے:۔

لا تفعلوا لا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظہرکم الا اذنتمونی بہٖ فان صلوتی علیہ رحمۃ۔ — ایسا نہ کرو، جب میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو کہ اُس پر میری نماز موجبِ رحمت ہے۔

رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورواہ ابنِ حبان والحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث آخر اور فرماتے:۔

ان ھٰذہ القبور مملوۃ علی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیھم۔ — بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور بے شک میں انہیں اپنی نماز سے روشن فرما دیتا ہوں۔

صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیٰ آلہٖ قدر نورہٖ وجمالہٖ وجاھہٖ وجلالہٖ وجودہٖ ونوالہٖ ونعمہٖ وافضالہٖ رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بایں ہمہ حالانکہ زمانۂ اقدس میں صدہا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دُوسرے مواضع میں وفات پائی۔ کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ اُنکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاجِ رحمت وللّٰہ نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضورِ اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام طور پر اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن وواضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی و مشروع نہیں ہوسکتا۔

دُوسرے شہر کی میت پر صلوٰۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی و واقعہ معاویہ لیثی و واقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اُن میں اوّل دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں اور صوم صلوٰۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ ان کی تفصیل بعونہٖ تعالیٰ ابھی آتی ہے۔

اگر فرض ہی کرلیجیے کہ اِن تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اِس حاجت شدیدۂ رحمت ونورِ قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی؟ وہ بھی محتاج حضور و حاجت مندِ رحمت و نور اور حضور اُن پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا، نہ تمام اموات کی اِس حاجت شدیدہ کا علاج۔ حالانکہ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ اُن کی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب اُن کے کرم کے شایاں ہے؟ ان حالات واشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں کوئی خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے۔

اب واقعۂ بیر معونہ ہی دیکھیے۔ مدینہ طیبہ کے ستر جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلّہ علمائے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار ناہنجار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہرگز منقول نہیں کہ اُن پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

ع آخر ایں ترک دہاں مرتبہ بے چیزے نیست

اہلِ انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہُوا، مگر ہم اِن وقائع مثلاثہ کا بھی باذنہٖ تعالیٰ تصفیہ کریں ــــ واقعۂ اولیٰ جب اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہِ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا، سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی، مصلیٰ میں جاکر، صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں رواہ الستۃ عن ابی ہریرۃ وللشیخان عن جابر کنت فی الصف للثانی او الثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اوّلاً:۔ صحیح ابنِ حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعاً سے ہے:

انّ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا صلّوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبّر اربعا وھم لا یظنّون الا ان جنازتہ بین یدیہ۔

رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا بھائی نجاشی مرگیا۔ اُٹھو اس پر نماز پڑھو پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں، حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن تھا کہ اُن کا جنازہ حضور کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابو عوانہ میں اُنہیں سے ہے:۔

فصلّینا خلفہ و نحن لا نرٰی الا ان الجنازۃ قدامنا۔

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

اقول:۔ ھٰذا فی فتح الباری ثم المواھب ثم شرحھا وکذالک فی عمدۃ القاری وغیرھا من الکتب ووقع فی نصب الرایہ فی روایۃ ابنِ حبان وھم لا یظنون انّ جنازتہ بین یدیہ بالاسقاط الا فاحتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فھٰذا اللفظ یشیر الی ان الواقع خلاف ظنھم لانہ ھو فائدۃ المعتد بھا فاما ان یکون سمعہ منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او کشف لہ اھ ــــ وتبعہ فی الغنیۃ والمرقاۃ وھو کما ترٰی کلام نفیس لکن لا حاجۃ الیہ بعد ثبوت الا فی الکتابین الصحیحین نابت

؟ اظهروا ان هو ولله الحمد و بالجملة اندفع به ما قال الشيخ تقی الدین ان هٰذا یحتاج الی نقل بینة ولا یکتفی فیه بمجرد الاحتمال۔

یہ دونوں روایت صحیح عاضد قوی ہیں۔ اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسباب نزولِ قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا:۔

كشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ و صلی علیہ۔

نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا۔ حضور نے اُسے دیکھا اور اُس پر نماز پڑھی۔

ثانیاً :۔ بلکہ جب تم مستدل ہو تو ہمیں احتمال کافی نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ یہ جواب خود ایک شافعی امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

اقول :۔ ای لما تقرر من کونه صلی اللہ علیہ وسلم فالظاهر معناه الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبا عن الصحابة وارتضاه فی الفتح قائلا سبقه الی ذٰلك ابوحامد الخ وکذا استحسنه الروٰیانی واربعتهم شافعیة[1] و هذا المانص علیه الحنفیة والمالکیة من الاتفاق علی جواز الصلوٰة علی غائب عن القوم والامام یراه۔

اقول :۔ علی ان فی حدیث عمران نحن لانرٰی الا ان الجنازة قدامنا کما قدمنا انا حدیث مجمع بن جاریة رضی اللہ تعالٰی عنه فصففنا خلفه صفین وما نرٰی شیئا رواه الطبرانی (وهم من نسبه لابن ماجة مغترا بقول الحافظ اصله فی ابن ماجة غافلا ان

---

[1] :۔ تلاهم فیه تقلیدا جامدا مجتهد الوهابیة الشوکانی فی نیل الاوطار البوفانی فی عون الباری غافلین عما رده به الحنفیة وهٰذا دیدن هٰؤلاء المدعین الاجتهاد یقلدون المقلدین فی الغلط المبین ویحرمون تقلید الائمة المجتهدین ۱۲ منه۔

لیس عندہ وما نری شیئا وھو المقصود) ففیہ حمران بن اعین رافضی علی ان کلا حکی عن مالہ فلا تعارض ولا یعقل من عاقل اشتراط ان یری المیت الکل والا لمّا صحت لماعد الصف الاول۔

ثالثاً:۔ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا۔ وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں پڑھی۔ اسی بنا پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لیے یہ باب وضع کیا:۔ الصلوٰۃ علی مسلم یلیہ اھل الشرک فی بلد اُخر قال الحافظ فی الفتح ھٰذا محتمل الا انی لم اقف فی شیٔ من الاخبار علی انہ لم یصل علیہ فی بلدہ احدا اھ۔ قال الزرقانی وھو مشترك الالزام فلم یروا فی الاخبار انہ صلی علیہ احد فی بلدہ کما جزم بہ ابوداؤد ومحلہ فی اتساع الحفظ معلوم اھ۔

اقول:۔ ای قد کفانا المؤنۃ بقولہ ھٰذا محتمل۔

ثم اقول:۔ قد یوی لہ ما اخرج احمد وابن ماجۃ عن حذیفۃ ابن اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرج بھم فقال صلوا علی اخ لکم بغیر ارضکم قالوا من ھو قال النجاشی۔ ثم رایتہ[1] فی المسند ابوداؤد الطیالسی قال حدثنا المثنیٰ بن سعید عن قتادہ عن ابی طفیل عن حذیفۃ ابن اُسید ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ فھٰذا یقوی

---

[1]:۔ ثم رأیت الشوکانی ذکرہ عن شیخ مذھبہ الفاسد ابنِ تیمیہ انہ اختیار التفصیل بجواز الصلوٰۃ علی الغائب ان لم یصل علیہ حیث مات والا فلا واستدلال لہ بما اخرجہ الطیالسی واحمد وابن ماجۃ وابن قانع والطبرانی وایضا فذکر الحدیث اقول اما الاستئناس فنعم واما کونہ دلیلا علیہ حجۃ فیہ فلا کما لایخفی ۱۲ منہ

الاستئناس لمکان القاء فی قوموا لهٰذا ۔خود امام شافعی المذہب ابو سلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا کہ غائب پر نماز جائز نہیں، سوا اس صورت خاص کے کہ اُسکا انتقال ایسی جگہ ہوا ہو جہاں کسی نے اُس کی نماز نہ پڑھی ہو۔

اقول اب بھی خصوصیت نجاشی ماننے سے چارہ نہ ہوگا جبکہ اور موتیں بھی ایسی ہوئیں اور نماز غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔

رابعًا بعض کو اُن کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ بعض[له] نے کہا: حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت والدارقطنی فی الافراد والبزاد عن حمید معًا عن انس فی له شاھد فی کبیر الطبرانی عن وحشی واوسطه عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنھم اس نماز سے مقصود اُن کی اشاعتِ اسلام تھی۔

اقول یعنی بیان بالفعل اقویٰ ہے ولہٰذا مصلّی میں تشریف لے گئے کہ جماعت کثیر ہو۔ قاله ابن بزیزہ وغیرہ من الشافعیۃ القائلین بجواز صلوٰۃ الجنازۃ فی المسجد معتلین لعدم صلوٰۃ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی المسجد مع انه حین نعاہ کان فیه ھٰذا ولا یذھب عنك ان الطرازن المعلم ھما الاولون۔

تنبیہ غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا: "اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رو۔

اقول یہ اُس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اُس کے ادّعا پر مثبتِ جہلِ شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانبِ جنوب ہے اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے۔ تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا؟ لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح

له: روایت طبرانی میں ہے کہ اِس کا قائل ایک منافق تھا ۱۲ منہ

قول ابن حبان انه انما یجوز ذلك لمن فی جهة القبلة قال حجة الجمود علی قصة النجاشی اھ۔ تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابلِ تماشا ہے جن کو سمتِ قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُن کے جنازہ پر نماز اُن کی غیر سمت پر پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی رواہ الطبرانی عن حذیفة ابن اسید رضی اللہ تعالٰی عنه۔

واقعۂ دوم معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تبوک میں اُن پر نماز پڑھی۔

اوّلاً آئمہ حدیث عقیلی و ابنِ حبان و بیہقی و ابوعمر ابن عبدالبر و ابن الجوزی و نووی و ذہبی و ابن الہمام و غیرہم نے اس حدیث کو ضعیف بتایا۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط و مسند الشامیین میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا بطریق نوح بن عمر و السکسکی ثنا بقیة ابن الولید عن محمد بن زیاد الالھانی عن ابو امامة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

قلت و من ھذا الطریق رواہ ابو احمد و الحاکم فی فوائدہ والخلال فی فوائد سورة الاخلاص و ابن عبد البر فی الاستیعاب و ابن حبان فی الضعفاء واشار الیه ابن مندہ۔ اس کی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اُس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سُننا نہ بیان کیا بلکہ کہا کہ ابنِ زیاد سے روایت ہے، معلوم نہیں کہ راوی کون ہے؟ بہ اعله المحقق فی الفتح۔

اقول لکن سند ابن ابی احمد الحاکم ھکذا اخبرنا ابو الحسن احمد بن عمیر بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن حوی ثنا بقیة ثنا محمد بن زیاد عن ابی امامة فذکرہ۔

ذہبی نے کہا کہ حدیث منکر ہے۔ نیز اس کی سند میں نوح بن عمرو ہے۔ ابنِ حبان نے اُسے حدیث کا چور بتایا یعنی ایک سخت ضعیف شخص جو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتا تھا۔ اس نے اُس سے چرا کر بقیہ کے سر باندھی۔ قال الذھبی

فی ترجمۃ نوح قال ابن حبان یقال انہ سرق ھٰذا الحدیث ۔

اقول لفظ الحافظ فی الاصابۃ قال ابن حبان فی ترجمۃ العلاء الثقفی من الضعفاء بعد ان ذکر لہ ھٰذا الحدیث سرقہ شیخ من اھل الشام فرواہ عن بقیۃ فذکرہ اھ۔ ولیس فیہ یقال وقد نقل عنہ ھٰکذا الذھبی فی العلاء اما قول الحافظ فما ادری عنی نوحا لاغیرہ فانہ لم یذکر نوحًا فی الضعفاء۔

فاقول ظاھر ان نوحًا ھو الشیخ الشامی الذی رواہ عن بقیۃ ولامساغ للشک حتیٰ یثبت شامی اٰخر یرویہ عنہ لاجرم ان جزم الذھبی بانہ عنی بہٖ نوحًا۔ انس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت طبقات ابنِ سعد میں دو طریق سے ہے۔ ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے۔

---

[1] تنبیہ لم یرد الحدیث عن صحابی غیر انس وابی امامۃ اما ما وقع فی نسختی فتح القدیر المطبوعتین بمصر والھند من قولہ بعد ذکر قصۃ النجاشی فان قیل بل قد صلی علی غیرہ من الغیب وھو معاویہ بن معاویہ المزنی ویقال اللیثی رواہ الطبرانی من ابیث ابی امامۃ وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر اما استشھدا بموتۃ علی ما فی المغازی الواقدی فتصحیف وصوابہ وابن سعد من حدیث انس وعلی وزید وجعفر ای وصلی علیھما فقد اخذ کلام الفتح ھٰذا برھۃ الحلبی فی الغنیۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وکذا صلی علیٰ زید وجعفر وکذا اخذہ بتمامہ القاری فی المرقاۃ وابن سعد من حدیث انس وصلی علی زید وجعفر وقد جمع الحافظ طرق الحدیث فی الاصابۃ فلم یذکرہ عن علی ولا عن غیرہ من الصحابۃ سوی انس وابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ۱۲ منہ

قلت ومن هٰذا الوجه اخرجه الطبرانی وابن الضریس وسمویه فی فوائدہ وابن مندۃ والبیہقی فی الدلائل۔ ذہبی نے کہا، یہ شخص مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث منکر۔ دُوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔

قلت ومن هٰذا الطریق اخرجه ابن ابی الدنیا ومن طریقه ابن الجوزی فی العلل المتناهیة والعقیلی وابن سنجو فی سندہ وابن الاعرابی وابن عبدالبر وحاجب الطوسی فی فوائدہ۔ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا:۔ اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابن عدی وابوحاتم نے کہا:۔ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم ودارقطنی نے کہا:۔ متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاد امام بخاری نے کہا:۔ وہ حدیثیں دِل سے گھڑتا تھا۔ ابن حبان نے کہا:۔ یہ حدیث بھی اُسی کی گھڑی ہوئی ہے۔ اُس سے چُرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی ذکرہ فی المیزان، ابوالولید طیالسی نے کہا:۔ علاء کذّاب تھا۔ عقیلی نے کہا:۔ العلاء بن یزید ثقفی لایتابعه احد علی هٰذا الحدیث الامن هو مثله او دونه۔ علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاء ہی جیسے ہیں یا اُس سے بھی بدتر ذکرہ فی العلل المتناهیة۔ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا:۔ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور دربارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں۔ قاله فی الاستیعاب ونقله فی الاصابة۔ یونہی ابن حبان نے کہا کہ مجھے[له] اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں اثرہ فی المیزان۔

[له] :۔ وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشا کیا ہے۔ **اوّلاً** استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاویہ ______ لیثی پر نماز پڑھی۔ پھر کہا استیعاب میں اس قصّہ کا مثل معاویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا۔ پھر کہا نیز اسی کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی میں روایت کیا۔ اس میں یہ وہم دلاتا ہے کہ گویا

(باقی اگلے صفحہ پر)

ثانیاً :۔ فرض کیجئے کہ یہ حدیث اپنے طرق سے ضعیف نہ رہے کما اختارہ الحافظ فی الفتح یا بالفرض غلط لذاتہ صحیح سہی، پھر اس میں کیا ہے؟ خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کر دیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر پر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی :۔ یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

اتحب ان اطوی لک الارض	کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کے لیے زمین
فتصلی علیہ قال نعم فضرب	لپیٹ دوں؟ تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں،
بجناحہ علی الارض	فرمایا ہاں۔ جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا۔
فرفع لہ سریرہ فصلی علیہ	جنازہ حضور کے سامنے ہو گیا۔ اس وقت حضور
و خلفہ صفان من الملئکۃ کل	نے اس پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں
صف سبعون الف ملک۔	حضور کے پیچھے تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے

پچھلے صفحے کا حاشیہ :۔

یہ تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے۔ حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے۔ وہ ایک ہی صحابی ہیں، معاویہ نام، جن کے نسب و نسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا کسی نے لیثی، کسی نے معاویہ بن معاویہ، کسی نے معاویہ بن مقرن۔ ابو عمر نے معاویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ کوئی معلوم نہیں اور حافظ نے اصابہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معاویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا، جن کے لیے یہ روایت نہیں۔ بہر حال صاحب قصہ شخص واحد ہیں اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا :۔ معاویہ بن معاویۃ المزنی و یقال اللیثی و یقال معاویۃ بن مقرن المزنی۔ قال ابو عمر و ھو اولیٰ بالصواب الخ یعنی معاویہ بن معاویہ مزنی اور کوئی کہتا ہے معاویہ بن مقرن مزنی۔ ابو عمر نے کہا :۔ یہی صواب سے نزدیک تر ہے پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابو امامہ سے تیسرے طور پر۔ ۱۲ منہ۔

ابواحمد حاکم کے یہاں یوں ہے :۔

وضع جناحه الایمن علی الجبال فتواضعت ووضع جناحه الایسر علی الارضین فتواضعت حتی نظرنا الی مکة والمدینة فصلی علیه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجبریل والملئکة۔

جبریل نے اپنا داہنا پر پہاڑوں پر رکھا، وہ جھک گئے۔ بایاں زمینوں پر رکھا تو وہ پست ہو گئیں، یہاں تک کہ مکہ مدینہ ہم کو نظر آنے لگے اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبرئیل اور ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اُن پر نماز پڑھی۔

حدیث انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں :۔ جبرئیل نے عرض کی :۔ کیا حضور اُس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں ؟ فرمایا :۔ ہاں۔

فضرب بجناحه الارض فلم یبق شجرة ولا اکمة الا تضعضعت و رفع له سریره حتی نظر الیه فصلی علیه۔

پس جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا تو کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہو گیا اور اُن کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیشِ نظرِ اقدس ہو گیا تو حضور نے اُس پر نماز پڑھی۔

بطریق علاء کے لفظ یوں ہیں :۔

هل لك ان تصلی علیه فاقبض لك الارض قال نعم فصلی علیه

حضور اُن پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں۔ فرمایا، ہاں پس حضور نے اُن پر نماز پڑھی۔

اقول :۔ بلکہ طرزِ کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی، جب تو جبرئیل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنا چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور نماز پڑھیں، فافہم۔

واقعۂ سوم :۔ واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابوبکر سے روایت کی :۔

لما التقى الناس بموتة جلس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علی المنبر وکشف لہ ما بینہ
وبین الشام فھو ینظر الی
معرکتھم فقال صلی اللہ علیہ
وسلم اخذ الرایۃ زید بن
حارثۃ فمضی حتی استشھد و
صلی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ
وقد دخل الجنۃ وھو یسعی
ثم اخذ الرایۃ جعفر بن ابی طالب
فمضی حتی استشھد فصلی علیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ودعا لہ وقال استغفروا لہ
وقد دخل الجنۃ فھو
یطیر فیھا بجناحین
حیث شاء۔

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف
فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے
پردے اٹھا دیئے کہ ملک شام اور وہ
معرکہ حضور دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید
بن حارثہ نے نشان اُٹھایا اور لڑتا رہا یہاں
تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انہیں اپنی صلوٰۃ
و دُعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہُوا
کہ اس کے لیے استغفار کرو، بیشک وہ
دوڑتا ہوا جنّت میں داخل ہُوا۔ حضور نے
فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان
اُٹھایا اور لڑتا رہا، یہاں تک کہ شہید ہوا۔
حضور نے اُن کو اپنی صلوٰۃ و دُعا سے
شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا کہ اُس کے
لیے استغفار کرو۔ وہ جنّت میں داخل ہوا
اور اُس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے
اُڑتا پھرتا ہے۔

اولاً :۔ یہ دونوں طریق سے مرسل ہے۔

اقول :۔ عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبداللہ بن ابی بکر۔ یہ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ یہ صغار تابعین سے اور عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے ہیں۔

ثانیاً:۔ خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں؟ یہاں تک کہ ذہبی نے اِن کے متروک ہونے پر اجماع کا ادّعا کیا۔

اقول:۔ وزدت ھذا مشایعۃ الاول وکلاھما الزام فالمرسل نقبلہ والواقدی نوثقہ۔

ثالثاً۔ اقول:۔ عبداللہ بن ابی بکر سے راوی شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے۔ کما فی المیزان تو مرسل نامعتمد ہے۔

رابعًا:۔ خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اٹھا دیئے گئے تھے۔ معرکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا۔

اقول:۔ لکن موتۃ بالشام علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتھا سنۃ ثمان وقد حولت القبلۃ قبلھا[1] بزمان فکیف یکفی الرؤیۃ مع اشتراط کونھا امام المصلی الا ان یقال انما ارید الرد علی الاحتجاج الصلوٰۃ الغیب وقدکم و اذا ثبت فیھا قولنا ثبت فیھا قولنا ثبت ذلک الشرط لنا لان الرؤیۃ مع الاستدبار لا تمکننا۔

خامساً۔ اقول:۔ کیا دلیل ہے کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور دعا، عطف تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوار قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر پر رُو بحاضرین و پشت بہ قبلہ جلوس ہو اور اس روایت میں نماز کے لیے منبر پر سے اُترنے پھر تشریف لے جانے کا کہیں ذکر نہیں۔ نیز برخلاف روایت نجاشی اس میں نماز صحابہ بھی نہیں، نہ یہ کہ حضور نے اُن کو نماز کے لیے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ؟

نیز اسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ اُن پر صلوٰۃ کا ذکر نہیں۔ اگر نماز ہوتی تو اُن پر بھی ہوتی۔ ہاں درود کی اِن دو[2] کے لیے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے، اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وہ احکام عامہ سے نہیں۔ وجہ اُس حدیث

[1] :۔ لان تحویلھا فی السنۃ الثانیہ ۱۲ منہ

سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان دُو کرام کا حضرت ابنِ رواحہ سے فرق ارشاد ہوا ہے اور
یہ کہ اُن کو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا کہ معرکہ میں قدرے اعراض واقع ہوکر اقبال ہوا تھا۔
وھو فی اٰخر ھٰذین المرسلین رواہ البیہقی عن طریق الواقدی بسندہ
والیہ اشار فی حدیث ابنِ سعد عن ابی عامر الصحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ
موقوفًا رأیت فی بعضھم اعراضا کانہ کرہ السیف۔

اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں، نماز غائب جائز ماننے والے شہیدِ
معرکہ پر نماز نہیں مانتے تو باجماعِ فریقین یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہونا لازم، جس طرح خود امام
نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی اور امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالٰی نے صلوٰۃ علی قبورِ شہداءِ اُحد
میں ذکر فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دُعا ہونے پر اجماع ہے۔ کما اثرناہ فی النھی الحاجز
حالانکہ وہاں تو صلی علی اھل احد صلوٰتہ علی المیت ہے، یہاں اِس قدر بھی نہیں۔
وہابیہ کے بعض جاہلانِ بے خرد مثل شوکانی صاحبِ نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اُصول دانی یوں
کھولتے ہیں کہ صلوٰۃ بمعنی نماز حقیقتِ شرعیہ ہے اور بلا دلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔

اقول۔ اوّلاً:۔ ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقتِ شرعیۂ صلوٰۃ بمعنی ارکان
مخصوصہ ہے اور یہ معنی خود نمازِ جنازہ میں کہاں کہ اُس میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ نہ قرأت نہ قعود،
الثالث عندنا والبواقی اجماعا ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ صلوٰۃ مطلقاً نہیں اور
تحقیق یہ ہے کہ وہ دعائے مطلق اور صلوٰۃ مطلقہ میں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری
فی صحیحہ و اطال فیہ لاجرم امام محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نمازِ جنازہ پر اطلاقِ صلوٰۃ
مجاز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:۔ سماھا صلوٰۃ لیس فیہا رکوع ولا سجود۔
عمدۃ القاری میں ہے:۔ لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولا بطریق
الاشتراک ولکن بطریق المجاز۔

ثانیاً:۔ صلوٰۃ کے ساتھ جب علٰی فلاں مذکور ہو تو ہرگز اُس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں
ہوتی اور نہ ہوسکتی ہے۔ قال اللہ تعالٰی:۔ یاایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ
وسلموا تسلیما۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی اٰلہ کما تحب

وترضی ـــــ وقال :ـــ وصلّ علیھم انّ صلوٰتک سکن لھم ـــــ

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم :ـ اللّٰھم صلّ علی اٰل ابی اوفی ـ

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اے الٰہی ! تو آلِ ابی اوفیٰ پر نماز پڑھ یا اُن کا جنازہ پڑھ ـ کیا صلوٰۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں ؟ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون ـ

تنبیہ :ـ بعض حنفی بننے والے یہاں یہ عذر بے معنی پیش کرتے ہیں کہ مدارج النبوۃ میں ہے :ـ " والآن در حرمین شریفین متعارف است کہ چوں خبر می رسد کہ فلاں مرد صالح در بلدے از بلادِ اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز بروے میکنند و بعضے حنفیہ با ایشاں شریک می شوند ـ از قاضی علی بن جار اللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر بود پرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک می شوند در گزاردن ایں نماز ؟ گفت دعائے است کہ میکنند فلا بأس بہٖ ـــ تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ و اجماع جمیع ائمہ مذہب کے مقابل گیارہویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہوئے شرم چاہیئے تھی ـ

ا ـ امام محقق علی الاطلاق کمال الملّت والدّین ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ کہ متاخرین تو متاخرین خود اُن کے معاصرین اُن کے لیے مرتبہ اجتہاد کی شہادت دیتے تھے، ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب کرنا چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یُوں فرماتے :ـ

لوکان الیّ شیئی لقلت کذا ـ   اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یُوں کہتا

(دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین وکتاب الحج باب الجنایات و مسئلہ حلق وغیرھا) پھر جو بحث وہ کرتے ہیں ـ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مسموع نہ ہوگی، اُس پر عمل جائز نہیں، مذہب ہی کا اتباع کیا جائے گا ـ

ـــ ردالمحتار نواقض مسح الخف میں ہے :ـ

قد قال العلامۃ قاسم لا عبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام اذا خالف المنقول ـ

علامہ قاسم نے فرمایا کہ ہمارے استاذ امام ابن الہمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ مسئلہ منقولہ مذہب کے خلاف ہوں ـ

اسی طرح جنایات الحج میں ہے ـــ نکاح الرقیق میں علامہ نور الدین علی مقدسی سے ہے ـ

الکمال بلغ رتبۃ الاجتھاد وان کان البحث لا یقضی علی المذھب

امام ابن الہمام رتبہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ بحث مذہب پر غالب نہیں آسکتے ـ

پھر جسے ادنیٰ لیاقتِ اجتہاد بھی نہیں جمیع آئمۂ مذہب کے خلاف اُس کی بات کیا قابلِ التفات ؟ طحطاوی باب العدت میں ہے :-

النص ھو المتبع فلا یعول علی البحث معہ ۔ نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔

۲- تصریح ہے کہ خلافِ مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں۔ ہم نے العطایا النبویہ میں اس کی بہت نقول ذکر کیں۔ حلبی علی الدر باب صلوٰۃ الخوف میں ہے :-

لایعمل بہ لانہ قول البعض۔ اِس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے۔

تو جو ایک کا قول بھی نہ ہو اُس پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے ؟۔

۳- نصوص جلیہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح، شروح کے مقابل فتاوٰی پر عمل نہیں۔ ہم نے ان کی نقول متوافرہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتاء میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشی در کے قول میں مذکور ہے۔

لایعمل بہ لمخالفتہ لاطلاق سائر المتون ۔ اِس پر عمل نہیں کہ اطلاقِ جملہ متون کے خلاف ہے۔

جب نہ متون بلکہ صرف اطلاقِ عبارات متون کا مخالف ناقابلِ عمل تو جو متون و شروح و فتاوٰی سب کے خلاف ہے اُس پر عمل کیونکر محتمل ؟

۴- پھر وہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو۔ نماز جنازہ مجرّد دعا کے مثل ذنہار نہیں۔ دعا میں طہارتِ بدن، طہارتِ جامہ، طہارتِ مکان، استقبالِ قبلہ تکبیر تحریمہ اور قیام تحلیل استقرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں اور نماز جنازہ میں یہ اور اِن سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں۔ کیا اگر کچھ لوگ اُسی وقت پیشاب کر کے، بے استنجا، بے وضو، بے تیمم جنازہ کے پاس آئیں اور اُن میں سے ایک شخص قبلہ کو پشت کر کے جنازہ کی پٹی سے پیٹھ لگا کر بیٹھے اور باقی کچھ اُس کے آگے، کچھ برابر لیٹے بیٹھے، کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اُوتر دکھن پورب مختلف جہتوں خلافِ قبلہ کو مُنہ کیے ہوں۔ وہ پشتو میں کہے :- الٰہی اِس میت کو بخش دے اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں تو کوئی عاقل کہہ

سکتا ہے کہ نمازِ جنازہ ادا ہوئی اور اِس طرح کی نماز میں حرج نہیں ؟

" دعائے ست کہ می کنند فلا باس بہ"۔ اجماعِ آئمۂ مذہب کے خلاف ایسی بے معنی استناد کیسی جہالت شدیدہ ہے ؟ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارہویں صدی کے ایک عالم تھے۔ مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے۔ پھر اُس کی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیأتہ — عالم کی لغزش سے بچو اور اُس کے رجوع کا انتظار رکھو۔

رواہ الحسن بن علی الحلوانی استاذ مسلم وابن عدی والبیہقی والعسکری فی الامثال عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ـــ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:۔ عالم سے لغزش ہوتی ہے تو وہ اُس سے رجوع کر لیتا ہے اور اُس کی خبر شہروں شہروں پہنچ کر لغزش اُس سے منقول رہ جاتی ہے۔ ذکرہ المناوی فی فیض القدیر۔

خدارا انصاف! ذرا یوں فرض کر دیکھیے کہ کتبِ مذہب میں جوازِ نمازِ غائب و تکرار جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں اور ایک قاضی ممدوح نہیں، اُن جیسے دو سو قاضی اِسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتبِ مذہب کے مقابل اُن دو سو سے سند لاتا تو دیکھیے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے۔ اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتبِ مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے۔ اور یہ شخص اُن سب کے خلاف گیارہویں صدی کے دو سو قاضیوں کی سند دیتا ہے۔ ہم اِن کی مانیں یا کتبِ مذہب کو حق جانیں ؟ اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام آئمۂ مذہب کا اجماع، تمام کتبِ مذہب کا اتفاق، سب بالائے طاق اور تنہا قاضی ممدوح کی تقلید کا استحقاق۔ اِس ظلمِ صریح وجہلِ قبیح کی کوئی حد ہے ؟ مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا۔

الغریق تیشبث بالحشیش — ڈوبتا ہوا تنکا پکڑتا ہے۔

وباللہ العصمۃ۔ مدارج النبوۃ نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ اُس میں یہ حکایت بغرضِ استناد، نہ شیخ کو اِس پر تعویل و اعتماد۔ وہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اُسی کتاب میں اُسی عبارت سے اُوپر یوں بتا رہے ہیں:۔ " مذہب امام ابوحنیفہ و مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ آنست کہ جائز نیست

پھر اِس پر دلیل بتا کر مخالفین کے جواب دیئے ہیں۔ نیز اِس حکایت کے متصل ہی حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ اموات مسلمین نماز غائب کی وصیت نقل کرکے اُس پر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہیرہ اور کہاں حضور پرنور غوثیت مآب؟ مبادا غلامانِ حضور اِس سے حنفیہ کے لیے جواز خیال کرلیں، لہٰذا معاً اُس پر تنبیہ کو فرما دیا کہ:۔ "ایشاں حنبلی اند و نزد امام احمد بن حنبل جائز است"۔ اگر شیخ کو اِس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک و دفعِ وہم نہ فرماتے بلکہ اِسے اس کا مؤید ٹھہراتے کما لا یخفی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم

اوّلاً:۔ جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ نماز غائب و تکرار نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں تو امام کا شافعی المذہب ہونا اِس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کرسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ۔ ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں۔

رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن امیر المؤمنین علی ونحوہ احمد والحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین وعن عمر بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ثانیاً:۔ یہاں اطاعت امام کا حیلہ عجیب بادر ہوا ہے۔ بھائیو! وہ تمہارا امام تو جب ہو کہ تم اُس کی اقتدا کرو۔ پیش از اقتدا اُس کی اطاعت تم پر کیوں ہو اور جب تمہارے مذہب میں وہ گناہ و ناجائز ہے تو تمہیں ایسے امر میں اُس کی اقتدا ہی کب روا ہے۔ یہ وہی مثل ہے کہ کسی کودن نے کچھ اشعار قبیح و شنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے۔ اُس نے کہا کہ یہ الفاظ غلط باندھے ہیں۔ کہا کہ بضرورت شعری۔ کہا:۔ بابا شعر گفتن چہ ضرور؟

ثالثاً:۔ جائز یا فرض و واجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکور بحر الرائق وغیرہ

اہل سنت کے کسی دوسرے مذہب والے مثلاً شافعی وغیرہ کی اقتدا کرے تو اس میں ہمارے آئمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو امور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں، ان میں اُس کی پیروی نہ کرے، اگرچہ اُس کے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلاً صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے۔ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:۔ انما یتبعه فی المشروع دون غیره ۔ تنویر میں ہے:۔ یاتی المأموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتًا ۔ بحر میں ہے:۔ لو کبر خمسا فی الجنازة لایتابعه فی الخامسة۔ جب بعد اقتدا یہ حکم ہے تو قبل اقتدا امر ناجائز و نامشروع میں اقتدا کی اجازت کیونکر ممکن۔ غرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ ہے۔ باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہے تو آجکل آزادی و بے لگامی کی ہوا چل رہی ہے، ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے اور اُس کے رد میں بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی۔ واللہ المستعان علی اہل طغیان و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین، اٰمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مذہب حقہ اہلسنت کا نشان
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یارسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام
ہدایت کا نشان محافظِ ایمان
کنزالایمان کنزالایمان
حضراتِ گرامی: اکوئی مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ وہ ایسا ترجمۂ قرآن خود پڑھے یا دوسروں کو تحفۃً دے جس میں،
—— کلامِ الٰہی میں جگہ جگہ عیب اور نقص کو شامل کیا گیا ہو۔
—— خود ساختہ مفہوم ومطالب کو منشاء ومُرادِ الٰہی قرار دیا گیا ہو۔
—— عصمتِ انبیاءؑ کے عقیدے میں ضلالت وگمراہی کی پیوندکاری کی گئی ہو۔
—— مُسلمانوں کے دلوں سے عظمتِ صالحین ختم کرنے کیلیے بُتوں والی آیات اُن پر چسپاں کی گئی ہوں۔
—— ترجمۂ قرآن کے ضمن میں احادیثِ مُبارکہ اور چودہ سو (۱۴۰۰) سالہ معتبر اسلامی تفاسیر کو نظر انداز کر کے ذاتی رائے سے قرآن پاک کا ترجمہ کیا گیا ہو۔
بلکہ ہر صحیح العقیدہ مُسلمان کے دل کی یہ تمنا ہے کہ وہ ایسا ترجمۂ قرآن خود پڑھے یا دوسروں کو تحفۃً دے۔ جو:
کنزالایمان شریف
تقدیسِ الٰہی کا امین ہو۔
ناموسِ رسالت کا محافظ ہو۔
عظمتِ صحابہ واہلبیت کا نگہبان ہو۔
تقدسِ صالحین کا پاسبان ہو۔
احادیثِ مُبارکہ اور تفاسیرِ معتبرہ کا نچوڑ ہو۔
فصاحت وبلاغت کا مرقع ہو۔
بے ادبی وبے حرمتی سے مُبرّا ہو۔
لہٰذا: ایسا ترجمۂ قرآنِ مجید جو اعتقادی علمی، ادبی اور لغوی محاسن کا مُرقع ہے اور جس میں ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی شان اور انبیاء علیہم السلام کے ادب واحترام اور عزت وناموس کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے وہ امام اہلسنت مجددِ دین وملت اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ترجمۂ قرآن۔ کنزالایمان شریف ہے۔
اسلیئے قرآن مجید خریدتے وقت یا دوسروں کو بتاتے وقت کنزالایمان شریف کا بابرکت نام ضرور یاد رکھیئے۔
ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور پاکستان

مذہب حقہ اہلسنت کا نشان
بسم اللہ الرحمن الرحیم
یارسول اللہ علیک الصلوۃ والسلام
ہدایت کا نشان محافظِ ایمان
کنزالایمان کنزالایمان
حضرات گرامی: اکوئی مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ وہ ایسا ترجمۂ قرآن خود پڑھے یا دوسروں کو تحفۃً دے جس میں،
—— کلامِ الٰہی میں جگہ جگہ عیب اور نقص کو شامل کیا گیا ہو۔
—— خود ساختہ مفہوم و مطالب کو منشاء و مُرادِ الٰہی قرار دیا گیا ہو۔
—— عصمتِ انبیاءؑ کے عقیدے میں ضلالت و گمراہی کی پیوند کاری کی گئی ہو۔
—— مُسلمانوں کے دلوں سے عظمتِ صالحین ختم کرنے کیلیے بتوں والی آیات اُن پر چسپاں کی گئی ہوں۔
—— ترجمۂ قرآن کے ضمن میں احادیثِ مبارکہ اور چودہ سو (۱۴۰۰) سالہ معتبر اسلامی تفاسیر کو نظر انداز کر کے ذاتی رائے سے قرآن پاک کا ترجمہ کیا گیا ہو۔
بلکہ ہر صحیح العقیدہ مُسلمان کے دِل کی یہ تمنّا ہے کہ وہ ایسا ترجمۂ قرآن خود پڑھے یا دوسروں کو تحفۃً دے۔ جو:
کنزُالایمان شریف
تقدیسِ الٰہی کا امین ہو۔
ناموسِ رسالت کا محافظ ہو۔
عظمتِ صحابہ و اہلبیت کا نگہبان ہو
احادیثِ مبارکہ اور تفاسیرِ معتبرہ کا نچوڑ ہو
فصاحت و بلاغت کا مرقع ہو
بے ادبی و بے حُرمتی سے مُبرّا ہو۔
لہٰذا: ایسا ترجمۂ قرآنِ مجید جو اعتقادی علمی، اَدبی اور لغوی محاسن کا مُرقّع ہے اور جس میں ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی شان اور انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت و ناموس کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا گیا ہے وہ امامِ اہلسنت مجددِ دین و ملت اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ترجمۂ قرآن۔ کنزُالایمان شریف ہے۔
اسلیئے قرآن مجید خریدتے وقت یا دُوسروں کو بتاتے وقت کنزُالایمان شریف کا بابرکت نام ضرور یاد رکھیئے۔
ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور پاکستان